

بہترین سیرت اور بہترین تہذیب و تمدن کی علامت ہے

فیضانِ محبّت

عارف بلند حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم
محمد اختر صاحب دہلیت برکاتہم

مجموعہ کلام



کاشی اقبال پورہ کراچی ۷۷
پوسٹ کراچی ۷۵۳۰۰۰
فون: ۳۶۸۱۱۲

کنڈ خانہ مظہری



فیضانِ صحبتِ ابراہیمؑ دردِ محبت سے
ہے اُمیدِ صحبتِ دہشتوں کی شاعری سے



پہنیں صحبتِ ابرارِ زید در دِ مجتبیٰ
بر ابرید نصیحتِ دوستوں کی اشاعت ہے

فُضَاکُ مُحَبَّتِ

مجموعہ کلام

عارف بائند حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکاتہم

خلیفہ و مجاز

محلی سنی ترقی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم



ناشر

کتاب خانہ مرظہ ری

ککشن اقبال ۲، کراچی ۲۷۔ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰، فون ۳۶۸۱۱۲



نام کتاب _____ فیضانِ محبت

کلام _____ عارفانہ صحرائے برہان شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکاتیم

جامع، مرتب _____ حضرت سید عشرت مہل بیگم

خطاطی، _____ محمد علی زاہد

ترتیبین _____ خواجہ ابوالفضل

ناشر _____ مکتبہ غائبہ نظری

پرنٹر _____ فرحان رضا پرنٹرز

اشاعت دوم _____ برہادی الاول سنہ ۱۴۲۲ھ

جولائی 2002 _____

تعداد _____ ایک ہزار

ہدیہ _____ روپے

محمدان اشاعت

خلیفہ محبب شاہ،
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا
شاہ حکیم محمد اختر صاحب دست برکاتیم

ڈاکٹر
عبدالقیوم

رہائش، 32 راجپوت چوک نیراؤد افغانستان، لاہور، فون: 042-6861584-6551774

Mobile: 0300-9489624

E-mail: drmuqueem@yahoo.com



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

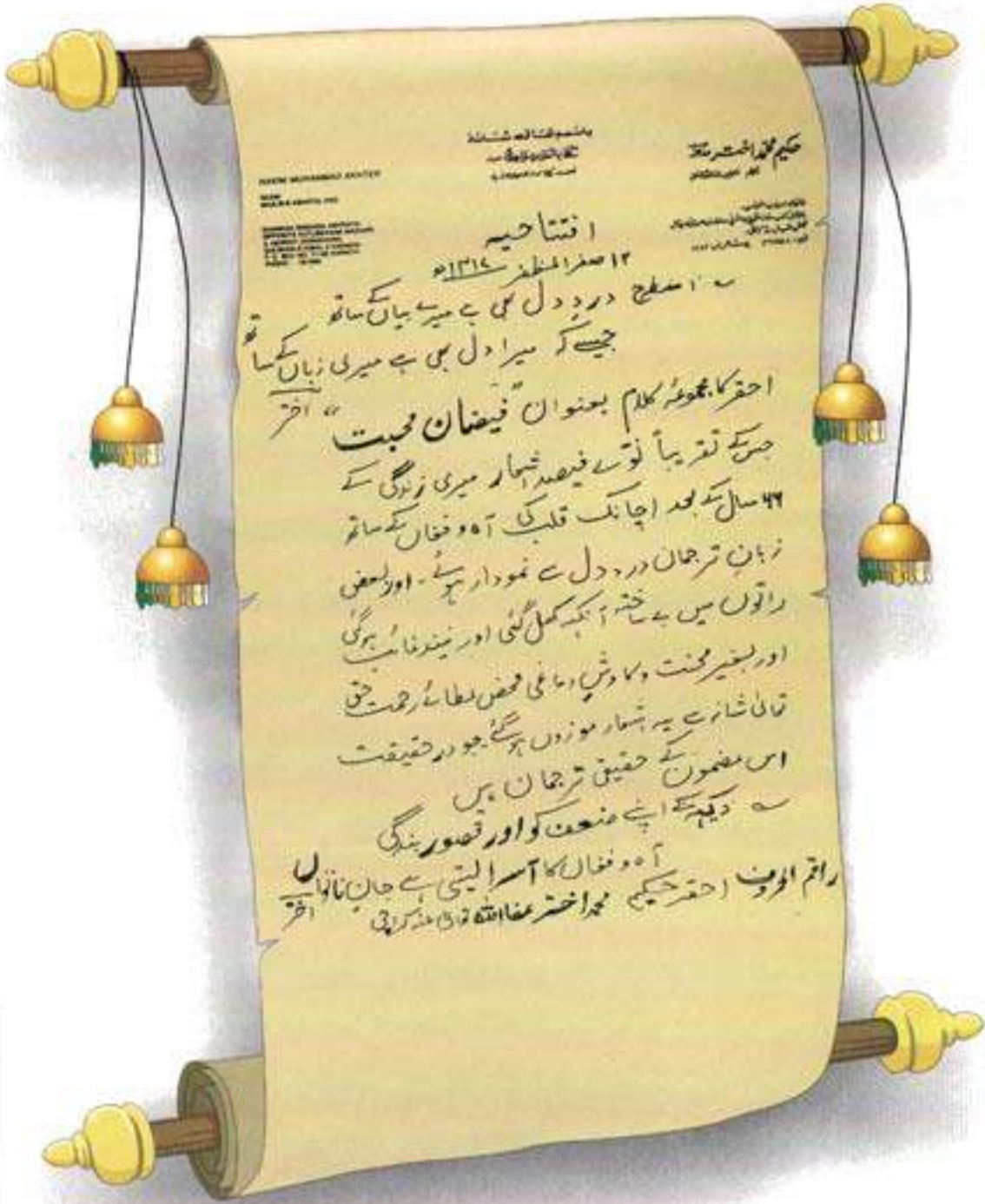
ان من الشعر حكمة

(بخاری شریف، باب الادب)

ترجمہ

بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں
(جو لوگوں کے لیے نافع ہوتے ہیں)





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

حکیم محمد اشرفی
مکتبہ اسلامیہ
لاہور

PUBLISHED BY
M. A. KHAN
10, B. N. ROAD
LAKHNAU

افتتاحیہ
۱۲ صفر المظفر ۱۳۱۹ھ

۱۔ اصلاح دردِ دل ہی ہے میرے بیان کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل ہی ہے میری زبان کے ساتھ

احقر کا مجموعہ کلام بعنوان "فیضانِ محبت"

جس کے تقریباً نوے فیصد شمار میری زندگی کے

۶۶ سال کے بعد اچانک قلبک آہ و فغان کے ساتھ

زبانِ ترخان دردِ دل سے نمودار ہوئے۔ اور بعض

راتوں میں بہتے آہنگِ گلگلی اور نیندِ غائبی

اور بغیر محنت و کاوشِ دماغی محض لفظاً و رسمتاً

قرآنی شان سے یہ شمار موزوں ہو گئے جو درحقیقت

اس مضمون کے حقیقی ترخان ہیں

۲۔ دیکھئے کہ اپنے صنعت کو اور تصورِ زندگی

آہ و فغان کا آسرا لینی ہے جانِ ناتواں

راقم الوقت احقر حکیم محمد اشرفی عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

- ۱۷ ————— گذارش
- ۱۸ ————— قارئین کتاب سے گذارش
- افستاجیہ
- ۱۹ ————— عرض مرتب
- ۲۲ ————— انتساب
- حمدِ باری تعالیٰ شندلہ
- ۲۳ ————— یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
- ۲۴ ————— آپ کو پاکیا اپنی جاں میں
- ۲۵ ————— ترے در پر ترا بسندہ بامید کرم آیا
- ۲۶ ————— اے مرے نایق حیات
- مناجات بہ درگاہِ قاضی (فی حاجتِ حلِ حلالہ)
- ۲۷ ————— کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تیری چوکھٹ پہ سر اپنا
- ۲۸ ————— تجھے مشکل ہے کیا غم کو مرے زیرِ وزیر کرنا
- ۲۹ ————— ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کرے
- ۳۱ ————— موس
- ۳۲ ————— یارب کرم سے اپنے تو دونوں جہان دے
- ۳۳ ————— توحیدِ سنت - کمالِ بندگی



۳۴ _____ دُعب

نذر انہ ز عقیدت و راز گاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

۳۵ _____ یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ

۳۶ _____ رنگ لائیں گی کب میری آپس

۳۷ _____ آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں

۳۸ _____ کیا اثر تھا رسالت کی شاں میں

۳۹ _____ سوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

۴۰ _____ ہائے پنچوں کا کب مدینے میں

۴۱ _____ فیضان مدینہ ہے یہ فیضان مدینہ

۴۲ _____ یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں

۴۳ _____ گلستان طیبہ سے مسرور ہوں گا

۴۴ _____ دیار مدینہ

۴۵ _____ بخوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہیں ہم

۴۶ _____ فدا تجھ پر اے ناک شہر مدینہ

۴۷ _____ یا جبال الحرم یا جبال الحرم

۴۸ _____ لذت ذکر نام خدا ہے چمن

۴۹ _____ کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

۵۰ _____

منقبت صہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۵۱ _____ منقبت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم



درفلج شیخ

۵۲ بیاد حضرت شیخ چھو پوری رحمتہ اللہ علیہ

۵۳ سفر بنگلہ دیش میں مدح محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابوالفتح صاحب امت برکات ختم

۵۵ درد محبت پر ایک شعر

۵۶ فیضان شیخ

کلام محبت و معرفت

۵۷ سامنے جلوے ہیں ان کے کو پہ کو

۵۸ ہائے لمحات غفلت دل کے

۵۹ پھول مر جھاگئے ذرا بھل کے

۶۰ یہیستی درد دل کی اشرف مینا تے عالم ہے

۶۱ عروج بسندگی

۶۲ بلیق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو

۶۳ موت کا کارنامہ - زندگی کا پہلا شعر

۶۴ دل پر آرزو رکھتے ہوتے بے آرزو رہنا

۶۵ آہ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

۶۶ مائل غم زندگی دیکراں کرتے ہیں ہم

۶۷ جمع ضدین خوشی و غم

۶۸ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھئے

۶۹ جی اٹھو گے تم اگر سبیل ہوتے



- ۷۰ ————— نہیں آتے نظر لکین پر پرواز آہوں کے
- ۷۱ ————— پریشانی سُن و شادانی دیوانہ حق
- ۷۲ ————— مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے
- ۷۴ ————— قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں
- ۷۶ ————— میرے طوفانوں میں بھی ساحل رہے
- ۷۷ ————— حقیقت خانقاہ پر ایک شعر
- ۷۸ ————— دل نہ وقف عنم مجاز کرو
- ۷۹ ————— کیا اثر ہے تری داستاں میں
- ۸۰ ————— عالم خاک ہے آسماں میں
- ۸۱ ————— انقلاب زندگی
- ۸۲ ————— فدا ان پر کرو لمحر جاں کو
- ۸۳ ————— کبھی ہے رابطہ آہ سحر سے
- ۸۴ ————— میں پوچھوں گا شہیدوں کے لہو سے
- ۸۵ ————— نئے جام و مسینا عطا ہو رہے ہیں
- ۸۶ ————— مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا
- ۸۷ ————— آتش عنم کی تر جانی ہے
- ۸۸ ————— پاکتی جان سلطان جاں کو
- ۸۹ ————— نکھرتا ہے کہیں رنگ گلستاں باغبانی سے
- ۹۰ ————— رضائے حق میں اپنی آرزو ہر وقت فانی ہو
- ۹۱ ————— محرم بازارِ عشق



- ۹۲ ————— چمن میں ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی
- ۹۳ ————— کبھی مخلص کی ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی
- ۹۴ ————— لباس فقر میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی
- ۹۵ ————— مجاز۔ ایک سراب
- ۹۶ ————— کبھی کے در پہ تو یارب یہ پیشانی نہیں جاتی
- ۹۸ ————— مجھ کو صینے کا سہارا چاہئے
- ۹۹ ————— مگر یہ بے کار
- ۱۰۰ ————— نعرہ مستانہ مارا چاہئے
- ۱۰۱ ————— جان دے دی میں نے ان کے نام پر
- ۱۰۲ ————— تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دُعا سے
- ۱۰۳ ————— تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم
- ۱۰۴ ————— اپنے مالک کو راضی کریں خوب ہم
- ۱۰۵ ————— دستگیری حق
- ۱۰۶ ————— عشق جب بے زبان ہوتا ہے
- ۱۰۷ ————— درد، دل کا امام ہوتا ہے
- ۱۰۸ ————— مگر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو
- ۱۰۹ ————— فیض شیخِ کامل
- ۱۱۰ ————— رحمت کا ترمی سر پہ مرے آبشار ہو
- ۱۱۱ ————— زندگی کے دورخ
- ۱۱۲ ————— جامِ وِسیں ناکئی ہے فراوانی





- ۱۱۴ ————— میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں
- ۱۱۵ ————— اڑ گیا رنگِ حُسنِ منانی کا
- ۱۱۶ ————— ہے عجم اس کا پھر مدینے میں
- ۱۱۷ ————— میر مرزا نہ حُسنِ منانی پر
- ۱۱۸ ————— خاک پر سوزِ آسماں مل گئی
- ۱۱۹ ————— آہ و نالوں سے مٹ گئے نظلمات
- ۱۲۰ ————— وہی لمحہ ہر بار زندگی ہے
- ۱۲۱ ————— رشک کرتا ہے زمیں پر آسماں
- ۱۲۲ ————— تم نے دیکھی برکتِ آہ و فغاں
- ۱۲۳ ————— صحبتِ با اہل دل با عاشقاں
- ۱۲۴ ————— حسرتیں دل کی ہیں دل میں میہاں
- ۱۲۵ ————— چشمِ تر نعرہٴ حُلو چاکِ گریباں پایا
- ۱۲۶ ————— دعوتِ حق کے واسطے مفضل دوستاں ملی
- ۱۲۷ ————— اثر ظاہر ہوا آہِ سحر کا
- ۱۲۸ ————— نہ کر تو بین تو تا شیر آہِ بے زبانی کی
- ۱۲۹ ————— خوب گذریں گے تیرے لیل و نہار
- ۱۳۰ ————— مستام مومن
- ۱۳۱ ————— میر رکھا ہے کیا نظاروں میں
- ۱۳۲ ————— لبِ دریا ہے کوہ کا دامن
- ۱۳۳ ————— انجامِ عشقِ مجازی عشقِ حقیقی
- ۱۳۴ —————
- ۱۳۵ —————

- ۱۳۶ ————— مبارک مجھے مسیبری دیرانیاں ہیں
- ۱۳۸ ————— زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے
- ۱۲۹ ————— کیا ہے ربط اپنے آسماں سے
- ۱۳۰ ————— نہیں کچھ فائدہ اس گلستاں سے
- ۱۳۱ ————— زمیں میری ہو جیسے آسماں میں
- ۱۳۲ ————— ذرا دیکھو تو فیض نمانت ہی
- ۱۳۳ ————— دشت کو خواب گاہ کرتا ہوں
- ۱۳۴ ————— پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت لیے ہوئے
- ۱۳۵ ————— انعامِ خونِ آرزو
- ۱۳۶ ————— پھرتا ہوں دل میں دردِ بھرا دل لیے ہوئے
- ۱۳۷ ————— نفس کے بندے
- ۱۳۸ ————— آہ و فغاں کا اسرائیلیتی ہے جانِ ناتواں
- ۱۳۹ ————— تدفینِ عشق
- ۱۵۰ ————— مری آہِ دل کے یہی ہیں سنازل
- ۱۵۱ ————— انفاسِ زندگی کے جو اُن پر مندا ہوئے
- ۱۵۲ ————— ذرہ درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں
- ۱۵۳ ————— عشق کا کفن
- ۱۵۴ ————— وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں
- ۱۵۵ ————— محبت کا جنازہ
- ۱۵۶ ————— قبروں میں جا کے دیکھ تو نقشِ بہانِ آب و گل



- ۱۵۷ ————— انعامِ حُسنِ منانی
- ۱۵۸ ————— عمر بھر حامل درد پنہاں رہے
- ۱۵۹ ————— بے شب اتی حسنِ محباز
- ۱۶۰ ————— غنچہ تسلیم کا شگفتہ ہے
- ۱۶۱ ————— حقیقتِ حُسنِ محباز
- ۱۶۲ ————— غنچے گل خنداں ہیں چمن پر ہے کیا نکھار
- ۱۶۳ ————— فریبِ حُسنِ عارضی
- ۱۶۴ ————— تعلیمِ احستِ راز از عشقِ مجاز
- ۱۶۵ ————— فرارِ یارانِ حُسن
- ۱۶۶ ————— صراحی جب ہوتی خالی مزاج ساغراں بدلا
- ۱۶۷ ————— آثارِ نسبتِ معِ اللہ
- ۱۶۸ ————— سر کو پیمان ہے کچھ صبا سے
- ۱۶۹ ————— اسبابِ گناہ سے دُوری
- ۱۷۰ ————— نظر مت کر حیدرانِ جہاں پر
- ۱۷۱ ————— انعامِ تسلیم و رضا
- ۱۷۲ ————— خاک سمجھا تھا جسے لعل بدخشاں بکلا
- ۱۷۳ ————— دل شکستہ اور آشارِ تجلیات
- ۱۷۴ ————— رب مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں
- ۱۷۵ ————— آہِ تنہائی
- ۱۷۶ ————— کیسے معلوم ہو مومن کا مسلمان ہونا



- ۱۷۸ ————— کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشق پہنائی
- ۱۷۹ ————— علاجِ ذوقِ حُسن
- ۱۸۰ ————— ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے
- ۱۸۲ ————— نکستی بجنور میں جب پھنسے نعرہ کائے یا اُٹدا
- ۱۸۳ ————— چند دن خونِ تمنا سے اُدا مل جائے ہے
- ۱۸۴ ————— مری موجِ غم بے سہارا نہیں ہے
- ۱۸۵ ————— جو ساکت کیشِ مرشد دوستوں کی نہیں ہوتا
- ۱۸۶ ————— مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہِ صحرا نے
- ۱۸۸ ————— سمجھنا مت تغافل کیش ان لب ہائے خنداں کو
- ۱۸۹ ————— جامِ قرب
- ۱۹۰ ————— زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہو گئی
- ۱۹۱ ————— بہار چند روزہ و بہارِ غیبِ عرفانی
- ۱۹۲ ————— ایک دن خاکِ منقش نذر مدفن ہو گئی
- ۱۹۳ ————— قلبِ مضطر
- ۱۹۴ ————— سکونِ دل
- ۱۹۵ ————— شامِ ہمدرد میں بعض اہل دین کی تصاویر دیکھ کر
- ۱۹۶ ————— وہ شورِ عندلیب نہ تھا باغبان نہ تھا
- ۱۹۷ ————— مولانا ظفر میاں سے خطاب
- ۱۹۸ ————— نقلِ حالاتِ خاصہ بحالتِ غلبہٴ تجلیاتِ مقربات
- ۲۰۰ ————— تذکرہٴ مہیر



- ۲۰۱ ————— رازِ شگفتگی رُوح
- ۲۰۲ ————— در یادِ ڈربن (افریتہ)
- ۲۰۳ ————— فریبِ محباز
- ۲۰۴ ————— زندگی میری پابندِ سنت رہے
- ۲۰۵ ————— عنایاتِ شیخ بر دلِ غمزدہ ساک
- ۲۰۶ ————— تلخیِ شامِ غمِ جہراں سے گہرا تا ہے دل
- ۲۰۷ ————— ذکرِ یارانِ بچکدہ دیش
- ۲۰۸ ————— وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں
- ۲۱۰ ————— آہ جو دل ترے غم کا عامل نہیں
- ۲۱۱ ————— پھول ان کے سدا بہار نہیں
- ۲۱۲ ————— غیرِ مانی بہار دیتا ہے
- ۲۱۳ ————— بہارِ عشقِ حقیقی
- ۲۱۴ ————— شانِ گلِ ننگِ خار ہوتی ہے
- ۲۱۵ ————— سنو طرزِ منبرِ یادِ آہ و فغاں میں
- ۲۱۶ ————— جبینِ عشقِ رشکِ آسماں ہے
- ۲۱۸ ————— فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں
- ۲۱۹ ————— نہ جانے کتنے خورشید و قمر کا نور تھا شامل
- ۲۲۰ ————— جس دل میں ہے تجلی مولائے کائنات
- ۲۲۱ ————— اشکِ ندامت اور آہِ مضطر
- ۲۲۲ ————— جب عشق بولنے لگا اشکِ رواں کے ساتھ



- ۲۲۳ ————— بے سُر و سامانی عشق
- ۲۲۴ ————— گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسماں کے ساتھ
- ۲۲۵ ————— ہر لمحہ حیات ہے سلطان جاں کے ساتھ
- ۲۲۶ ————— اب ہو گئے ہیں وقف کسی آستماں کے ساتھ
- ۲۲۷ ————— دیوانہ زنجیر شریعت
- ۲۲۸ ————— لیکن بہار قلب ہے یاد خدا کے ساتھ
- ۲۲۹ ————— زخم حسرت کی بدولت محرم منزل ہوا
- ۲۳۰ ————— دُھواں اٹھائین سے یہ کپکپ صیبا و ظالم سے
- ۲۳۱ ————— خدا کے حکم پر اپنا سر تسلیم خم کر دو
- ۲۳۲ ————— وہ خالی جس زمیں پر آیا بن کر آسماں آیا
- ۲۳۳ ————— ظلمتِ معصیت اور انوارِ طاعت
- ۲۳۴ ————— زندگی کر دو خدا مالک کے نام
- ۲۳۵ ————— جو بندہ ترا تا بلج فرمان رہے گا
- ۲۳۶ ————— وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
- ۲۳۷ ————— ذلت و خواری عاشقِ محباز
- ۲۳۸ ————— عشقِ محبازی کا علاج
- ۲۳۹ ————— مرقعِ عبرت
- ۲۴۰ ————— معراجِ عشق
- ۲۴۱ ————— نصیحت برائے عاشقینِ محباز
- ۲۴۲ ————— خون کا سمندر



- ۲۴۸ ————— مری چشم ترخون برسا رہی ہے
- ۲۴۹ ————— علاج تکبیر
- ۲۵۰ ————— پھر نعرہ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ
- ۲۵۱ ————— فیضِ صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
- ۲۵۲ ————— ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
- ۲۵۳ ————— عارضی حُسنِ عارض
- ۲۵۴ ————— اشاعتِ میرے شعروں کی بامید نصیحت ہے
- ۲۵۶ ————— ضمانتِ منفرت کی دو تُو اشکِ ندامت ہے
- ۲۵۷ ————— ندامتِ عاشقتانِ مجاز
- ۲۵۸ ————— اسی کی روح میں ہوتا ہے دردِ پنهانی
- ۲۵۹ ————— نفسِ دشمن ہے دشمن کو ناشاد کر
- ۲۶۰ ————— رفتِ ارکا گفتِ ارکا کردار کا عالم
- ۲۶۱ ————— جلسہٴ قربِ محبت
- ۲۶۲ ————— وہی پاتا ہے منزل ساتھ جو رہبر کے رہتا ہے
- ۲۶۳ ————— دل کا مصرفِ تحقیقی
- ۲۶۴ ————— ہر اک ذرہ کو رہنما دیکھتا ہوں
- ۲۶۵ ————— رشکِ جنت ہے تری خوشنودگی
- ۲۶۶ ————— مرشد سے درخواستِ دعا
- ۲۶۷ ————— اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے
- ۲۶۸ ————— تب وہ مجھے مری بے کلی کو



- ۲۶۹ ————— سکون دل در مجلس اہل دل
- ۲۷۰ ————— اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا
- ۲۷۱ ————— اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر
- ۲۷۲ ————— تلاش دیوانہ رقیق
- ۲۷۵ ————— حفاظت نظر
- ۲۷۶ ————— انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
- ۲۷۷ ————— ایک دن پوچھے گا مالک ہاں بت کیا کیا کیا
- ۲۷۸ ————— اے چشم اشک بار ترا ہے عجب بیاں
- ۲۷۹ ————— بھاگ رب کی گلی
- ۲۸۰ ————— زخمِ کفّت سے جو قلب گھاہل نہیں
- ۲۸۱ ————— بتا تو قبر میں کیا ساتھ لے جائے گا اے ناداں
- ۲۸۲ ————— زوالِ حُسنِ محباز
- ۲۸۳ ————— جس نے سرِ بنخشا ہے اس سے سرکشی زیبا نہیں
- ۲۸۴ ————— رہِ عشق میں عقل کا ٹٹا ہے کانٹا
- ۲۸۵ ————— میرا کوئی نہیں آہ تیرے سوا
- ۲۸۶ ————— دل تباہ میں فرماں روائے عالم ہے
- ۲۸۷ ————— عشق کو حاجت بیان نہیں
- ۲۸۸ ————— نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طورِ سینا سے



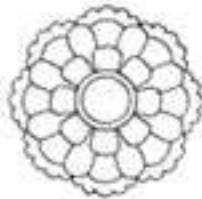


تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا

یہ ہے داستان درد دل کی ہماری

مری شاعری بس مراد دل ہے

لُغت پائے گی اے کیا تمہاری

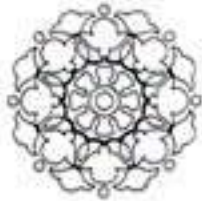


قاریں کتاب سے گزارش

سب اہل دل سخن گوئی کو میری مروج شاعری سے دُور سمجھیں
جو اچھایا بُرائی میں نے کہا ہے تقاضائے دل مجبور سمجھیں
اگر ہو لغزشِ حسامہ تو مجھ کو خمارِ عشق سے مخمور سمجھیں
بے ترتیبی اگر پائیں تو اس کو نظامِ عشق کا دستور سمجھیں
خطا الفاظ و معنی کی رے تو لسانِ عشق کو معذور سمجھیں

نہ چھپتے حسرتِ نایافت لیکن
خدا کو تھا یہی منظور سمجھیں

فوت: ہمارے محترم دوست جناب نثار صاحب کے یہ اشعار چونکہ میرے مجموعہ کلام کے لیے بھی ضروری ہیں اس لیے فیضانِ محبت کے شروع میں ان کو نقل کیا جا رہا ہے۔ حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ



عرضِ ختمیں

مرشدی مولانا حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ملت برکاتہم
 کا مجموعہ کلام ”فیضانِ محبت“ الحمد للہ تعالیٰ منصفہ شہود پر آگیا ہے۔
 حضرت والا کا کلام نہ گل و بلبل کے قصے ہیں نہ شراب و معشوقانِ فانی
 کی لہر داستا نہیں، بلکہ حُسنِ فانی و عشقِ مجازی و بد نظری کے خلاف اعلانِ جہاد
 ہے کیوں کہ اس دورِ عربی و فحاشی میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کا سب سے
 بڑا حجاب اور سب سے بڑا اِلٰہِ باطل یہی حُسنِ فانی ہے جس میں عوام کا تو ذکر
 ہی کیا بہت سے سالکانِ طریق اس سے کما حقہ اجتناب و احتیاط نہ کرنے
 کے سبب باوجود ذکر و اشغال کے منزلِ قربِ حق اور نسبتِ خاصہ سے محروم
 ہیں بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مثلاً بدنگاہی اور حُسنِ فانی سے
 لذت کشی کو گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ اس رُومانی کینسر کے معالجہ کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص توفیق بخشی ہے کہ حضرت کی مجلس ہو
 یا وعظ یا اشعار اس مرض کے مملکت پر تینیدہ اور اس کے معالجات
 و نشینِ عنوانات و لطیفِ تعبیرات سے فرماتے ہیں کہ عشقِ مجازی کی دلدل
 میں غرق ہزاروں مریض شفا پا چکے ہیں فالحمد للہ تعالیٰ۔ اکابرِ علماء بھی اس
 کے معترف ہیں کہ اس مضمونِ خاص میں حضرت والا مویذ من اللہ ہیں بلکہ بہت
 سے بڑے علماء کی رائے ہے کہ ان مضامین سے عوام و خواص کو بے حد
 فائدہ ہو رہا ہے۔

حضرت والا کے اشعار میں حُسنِ فانی کی ناپائیداری و پلچریت اور اس پر
 تمنائے جاں نثاری کے حماقت ہونے اور اس سے کنارہ کش ہو کر واصل
 باللہ ہونے کے عنوانات و تعبیرات و ترفیبات کا حیرت انگیز اظہار ہوتا ہے



جس کی مثال احقر کے گمان میں پوری دُنیا تے شاعری پیش کرنے سے قاصر ہے کیونکہ دُنیاوی شعراء تو ان مضامین کو سوچ بھی نہیں سکتے کہ ان کی پرواز تخیل تو حسن کے ظاہری نقش و نگار تک محدود ہے جب کہ حضرت والا کا کلام ان نقش و نگار کا پوسٹ مارٹم کر کے اس کی گندگی و خباثت و فحاشیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ غیر اللہ کی نفی کر کے حضرت والا اپنے قلب کی آتش عشق اور درد دل کے کیفیت و مستی سے طالب کے دل کو حق تعالیٰ شانہ کے لیے بے قرار کر دیتے ہیں۔ حضرت والا کے اشعار کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھر پور ہے اور حضرت والا کے درد دل کا عکاس ہے اور اپنے درد محبت کی جو عظیم دولت حق تعالیٰ نے حضرت والا کے قلب کو عطا فرمائی ہے اس کی کچھ نشان دہی حضرت والا کے کلام میں ہو جاتی ہے۔

قلوب کو مجاز سے حقیقت کی طرف منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ انتہائی مشکل ہے جس کے لیے حضرت والا عشق مجازی کے ظاہری الفاظ کے آہنیچنے استعمال کر کے ان میں آتش عشق حقیقی بھر دیتے ہیں اور انداز نہایت لذیذ و دلنشین و لطیف ہے جس کی ایک مثال پیش ہے کیونکہ یہ موقع کلام طویل کا نہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریب مجاز ہے
سرِ نازِ حسن بھی خم ہوا نہ اب عشقِ وقف نیاز ہے
جیسا حسن یوں بت ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنازہ کی یہ نماز ہے

اہل اللہ کا کلام ان کے درد دل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایسی تاثیر ہوتی ہے جو اہل ظاہر کو نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے پاس وہ دل نہیں جو اہل اللہ کے سینوں میں ہے اور اہل اللہ کا مقصد الفاظ کی مادد گری اور لغت و تعبیر کی بازی گری نہیں ہوتا بلکہ لغت و الفاظ محض وسائل ہوتے ہیں جن سے ان کی آتش عشق اور درد دل کی ترجمانی ہو جائے اور وہ درد سینوں میں



منتقل ہو جائے اور لوگ اللہ تعالیٰ کے عشق سے سرشار ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں
 حضرت والا کے یہ دو شعر ہمیشہ نظر رہیں جو نافرمانی کرام کی خدمت میں عرض ہیں۔
 تم اصلاح کی اس میں کوشش نہ کرنا
 یہ ہے داستاں درد دل کی ہماری
 مرئی شاعری بس مراد درد دل ہے
 لغت پاسکے گی اسے کبھی تمہاری

اور حضرت والا کے یہ دو شعر بھی حضرت والا کے درد دل کی عکاسی کرتے
 ہیں۔ پہلا شعر انگلینڈ میں موزوں ہوا جبکہ حضرت والا کا بیان سن کر ایک صاحب
 نے عرض کیا کہ حضرت والا کے بیان میں ایسا درد تھا جو اس سے پہلے میں نے
 کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ اس وقت برجستہ حضرت والا نے یہ شعر فرمایا۔

اس طرح درد دل بھی تھا میرے بیان کے ساتھ
 جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زبان کے ساتھ
 اور درد سرا شعر ایسے ہی ایک موقع پر بنگلہ دیش میں فرمایا۔
 اس درجہ تلاوت ہے مرے سسر بیاں میں
 خود میری زبان اپنی زبان چوس رہی ہے

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کلام فیضانِ محبت کو شرف قبول عطا فرمائے اور قیامت تک اہل سنت و
 اور سالکان طریق کے لیے مشعل راہ اور حضرت والا کے لیے اور جامع و مرتب اور
 اس کی طباعت و اشاعت میں جملہ معاونین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔
 آمین

انتھرنیچہ عشرت میل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
 خادم حضرت مولانا شاہ کلیم محمد انتر صاحب امت برکات
 ناتقاہ اعدادیہ اشرفیہ
 گلشن اقبال کراچی



یہ فیض صحبتِ ابرارِ یہ در درِ مجتبیٰ ہے
یہ ایسے نصیحتِ دوستوں کی شاہِ مہیب ہے

مجتبیٰ تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
جو میں نے نشر کرتا ہوں خدا تیرے نازوں کے

انتساب

امقر کا یہ
شعری مجموعہ

✽ مرشدنا و مولانا محی ائینہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم
اور

✽ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پوری رحمۃ اللہ علیہ
اور

✽ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہے۔

✽ امقر محمد خست عرفا تعالیٰ عنہ



کسی اور کی صحبت جو ملی کسی کو ہتر
اے اکیٹے جینا اے اکیٹے مرنا



بیاد

حضرت شیخ پھولپوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان اشعار میں مجاہدہ غیر اختیاری یعنی ایذا سے حقوق کی
عرف اشارہ ہے۔ — محمد اختر منشا اللہ تبارک و تعالیٰ

بتاؤں کیا کیا سبق دیئے ہیں تری محبت کے غم نے مجھ کو
ترا ہی ممنون ہے عنہم دل اور آہ و نالہ دل حسرتیں کا
جفائیں سہ کر دُعا میں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گذرا اسی طرح سے تمہارے در پر دل حسرتیں کا
جو تیرے جانب سے خود ہی آئے پیام الفت دل حزین کو
تو کیوں نہ زخم بگر سے بہہ کر لہو کر سے رُخ تری زمیں کا
نہیں تھی مجھ کو خمبہ یہ اختر کہ رنگ لائے گا خون ہمارا
جو چپ رہے گی زبان خمبہ لہو پکارے گا آستیں کا



سفر بنگلہ دیش

در محدثی ہستہ قطب العارفین مجددی و مرشدی و مولائی حضرت اقدس
مولانا شاہ ابرار الحق صاحب امت برکاتہم - محمد انور علی اللہ عنہ

بہار آئی بہار آئی بہار جاں فزا آئی
کہ بنگلہ دیش میں خوشبوئے اشرف کو صبا لانی
بیانِ سُنتِ نبوی سے بنگلہ دیش روشن ہے
کیسے نبل کیسے نسر میں کیسے ریحانِ سوسن ہے
شب تاریک روشن ہو گئی انوارِ سُنت سے
جسے دیکھو وہی مسرور ہے اذکارِ سُنت سے
مدرسے اک منٹ کے اور یہ انوارِ سُنت کے
جہاں میں عام ہو جائیں یہ سب گلزارِ سُنت کے
تری تفریر سے بادل چھٹے ظلمات پرست کے
سطے ہیں طالبوں کو ہر طرف لمعاتِ سُنت کے
اولو العزمی تری دیکھی بُرائی کو مٹانے میں
نہیں دیکھی ہے ہم نے یہی جرأت اس زمانے میں
اثر فرما کسی کا خوف تجھ پر ہو نہیں سکتا
مزاج شیر زر رو باہ ہرگز ہو نہیں سکتا



جہاں ہر نامناسب غم پر شانِ اعتباری ہے
 وہیں عفو و کرم کی شان بھی کیا بے شانی ہے
 تری شفقت سے ہم سب ناقص امید رکھتے ہیں
 بحمد اللہ شبِ تاریک میں خورشید رکھتے ہیں
 یہ اخترِ خاک تیرے بے زباں بے باز و سماں ہے
 مگر مٹی پہ بھی فیضِ شمعِ مہر تاباں ہے
 مری یہ گرمی ایسا ترے آتشِ فشاں سے ہے
 مے کانٹوں پہ شانِ گل بھی تیرے گلستاں سے ہے
 مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
 مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
 چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
 تعجب کیا، چمنِ خالی نہیں ہے ایسے منظر سے



دردِ محبت

کوئی کانٹا چھبے اور ٹوٹ جائے
 اسی کا نام ہے دردِ محبت

فیضانِ شیخ

مرشدی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبِ سلامت برکات تم نے میری عطا فرمایا تمہارے ”دورِ نشاطِ پیل بسا گردشِ جامِ ہو چکی“ اور اس پر ایشمار کرنے کی فرمائش کی تھی۔ حضرت والا کی برکت سے یہ ایشمار ہو گئے۔ مہمانِ مہربانی عنہ

دورِ نشاطِ پیل بسا گردشِ جامِ ہو چکی
صبح بہار وصل کی فرقت شامِ ہو چکی
عشق بھی تام ہو چکا عقل بھی تمام ہو چکی
زندگی بے نظام کی زیرِ نظام ہو چکی
دیکھو تو فیضِ شیخ سے زاغ بھی نہیں ہو گیا
زندگی اک ہلال سے ماہِ تمام ہو چکی
نشہ کبر و جاہ تھا سیرتِ نفورِ عشقِ تھی
عاشقِ میکدہ ہے وہ خوگرِ جامِ ہو چکی
اے مے خالقِ حیات تجھ پہ فدا ہو صد حیات
تیری رضا سے بندگی میری تمام ہو چکی
اختر بے نوا کو گرتیرا کرم کرے معاف
بھجوں گا مجھ پہ اے خدا رحمتِ تمام ہو چکی



کیا ہے ابطہ آہ و فغان سے
نہیں کو کام آئے کچھ آسمان سے



کوئی جنت کھتا ہو تری کھپڑا پنا

الہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
 نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ شمس و قمر اپنا
 سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ فر اپنا
 کوئی ماجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پیر اپنا
 خداوندِ محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
 کمرے اخترِ فدا تجھ پر یہ دل اپنا بگر اپنا
 میں کب تک نفسِ دشمن کی غلامی سے رہوں سوا
 تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھپھر بارِ دگر اپنا
 چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
 تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا
 بیضِ مرشدِ کامل تو کر دے ہنس زانگوں کو
 کہ وقتِ خانقاہِ شیخ ہے قلب و جگر اپنا
 تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختر
 ہم تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا



تجھے مشکل کیسا غم کو مرزبوز کرنا

تجھے مشکل ہے کیا غم کو مرزبوز کرنا

ہماری شامِ غم کو فضل سے رشک سحر کرنا

تری قدرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہوگا لے مالک

کہ ہم سے دُور اُفتادوں کو پھر نزدیک کرنا

ترے دستِ کرم کی کیمیا تاثیر کیا کیسے

کسی ذرہ کو تیرا دم میں خورشیدِ و قمر کرنا

جو تیری راہ میں رو باہِ خصمت سے ہیں پیمانہ

تجھے مشکل نہیں ایسوں کو رشکِ شیرِ نر کرنا

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا

تری سرکار میں بندوں کا ہر دمِ چشم تر کرنا

تجھے مشکل نہیں مسکین کو سلطانِ جہاں کر دے

کرم سے اپنے اختر کو تراشمسِ دستہ کرنا



ہمارے درد کو یارب تو دردمعتبر کر دے

ہمارے درد کو یارب تو دردمعتبر کر دے
ہمارے سر کو ہر لمحہ تو وقفِ سنگدے کر دے

میری آہوں کو لطفِ خاص سے تو با اثر کر دے
کرم سے میری جان بے خبر کو با خبر کر دے

اور اپنی راہ میں ہم ساکوں کو تیز تر کر دے
مزاج رو بہی کو تو مزاجِ شیرِ نر کر دے

ہماری شامِ غم کو فضل سے رشکِ سحر کر دے
شبِ دیبجور کو تو رشکِ خورشید و قمر کر دے

ہماری خشک آنکھوں کو خدایا چشمِ تر کر دے
مرے اشکوں میں شامل خونِ دل خونِ جگر کر دے

ہماری غفلتوں کی نیند کو آہِ سحر کر دے
ہماری سرد آہوں کو تو آہِ گرم تر کر دے



اور ہم سے دُور افتادوں کو تو نزدیک کر دے
ہمارے وسوسوں کو دردِ دل دردِ جگر کر دے

کرم سے نفیس امارہ کو میرے بے ضرر کر دے
تقاضائے گنہہ کو فضل سے زیرِ وزیر کر دے

عظائے نسبتِ عالی سے شاہِ بحر و بر کر دے
شریاء سے مرے ذرہ کو مالکِ فوقِ تر کر دے

ثنائے خلق کی نعمت سے مجھ کو بہرہ و بر کر دے
ذلیل و خوار کو تو دم میں شاہِ کز و فر کر دے

منورِ نورِ تقویٰ سے مری شام و سحر کر دے
دلِ گم کردہ منزل کو شمعِ رہ گزرا کر دے

ہمارے ذرہِ خاکی کو تو رشکِ گیسو کر دے
مری توبہ سے میرے شر کو تو رشکِ بشر کر دے

مرے ہر شر میں شامل مری آہِ سحر کر دے
قیامت تک تو ان کو یادِ کارِ بحر و بر کر دے



زمین سجدہ کو اشکِ ندامت سے توڑ کر دے
فلک کی لکشاں کو خاک پر زیرِ نظر کر دے

سرِ مشربھی اختر پر کرم کی اِک نظر کر دے
اور اپنے فضل سے وہ آخری شکل بھی سر کر دے



دعا

یسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت دُور مراد ل کر دے
اپنی رحمت سے تو طوفان کو ساہل کر دے
ہر قدم پر تو مرے ساتھ میں منزل کر دے
اے خدا دل پر مرے فضل وہ نازل کر دے
جو مرے دردِ محبت کو بھی کامل کر دے

یارِ کرم سے اپنے تو دونوں جھان

یارِ کرم سے اپنے تو دونوں جھان دے
جو مستحق غضب کا ہے اس کو امان دے

اور اپنے فضل سے مجھے صدقِ لسان دے
اور اپنی محبت کی بھی اک خاص شان دے

یارِ مجھے زمان اور ایسا مکان دے
جس میں تری ہی یاد ہو ایسی ہر آن دے

کوئی ہمارے کان میں ایسی فغان دے
جس سے ہمارا ہسرت بن مو تجھ پہ جان دے

اور اپنی معرفت کی مجھے ایسی شان دے
ہر ذرہ کائنات کا تیرا نشان دے

اپنا پتہ دے مجھ کو یوں اپنا نشان دے
جاؤں جہاں بھی دل مرا بس تجھ پہ جان دے



آہوں کو میرے درد کا وہ ترجمان دے
 تیرا بیان ہر زماں جس سے زبان دے
 ہمت کی میری خاک کو وہ آن بان دے
 دل کو جو میرے شوکت ہفت آسمان دے
 توفیق کا کرم سے وہ تیرا دکان دے
 جو ہر عدو سے ہر زماں مجھ کو امان دے
 مالک مری زباں کو وہ سحر بیان دے
 جو میری بات سن لے وہ بھی تجھ پر جان دے
 اختر کو اپنے عنم کی وہ حضور جان دے
 جو تیرے درد و عنم کا ہمہ سوبیان دے



توحید و سنت کمالِ بندگی

آپ کے نام پر جان دے کر زندگی زندگی پاگئی ہے
 چل کے نقش قدم پر نبی کے بندگی بندگی پاگئی ہے

دعا

یسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا اس سے بہت مراد دل کر دے
اپنی حسرت سے تو طوفان کو ساحل کر دے
ہر قدم پر تو میرے ساتھ تیرے منزل کر دے
اے خدا دل پر میرے فضل و نازل کر دے
جو میرے دردِ محبت کو بھی کمال کر دے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی برکاتہم



شرط تو حمید کا نل یہی ہے
عشق ہو آپ کا قلب جاں میں



صبحِ پشیم پشیم

یہ صبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ
مبارک تجھے یہ قیامِ مدینہ

بھلا جانے کیا شبام وینائے عالم
ترا کیف اے خوش خرامِ مدینہ

مدینہ کی گلیوں میں ہر اک قدم پر
ہو منظرِ احترامِ مدینہ

مدینہ مدینہ مدینہ مدینہ
بڑا لطف دیتا ہے نامِ مدینہ

نگاہوں میں سلطنتِ نیت یہی ہے جوگی
جو پائے گا دل میں پیامِ مدینہ

سکونِ جہاں تم کشاں ڈھونڈتے ہو
سکونِ جہاں ہے نظامِ مدینہ

ہو آزاد خستہ غم دو جہاں سے
جو ہو حبائے دل سے غلامِ مدینہ

(مدینہ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے)



رنگ لائیں گی کب میری آپر

رنگ لائیں گی کب میری آپر
 جب نظر آئے وہ سبز گنبد
 پھر مدینہ کی جانب کو جائیں
 جب حضورؐ کا عالم عطا ہو
 کج کے صحنِ علیؑ ٹھوم جائیں
 اب نہ جانا ہو گھرِ مہم کو واپس
 اُن کو افسانہٴ عنم سُنائیں
 تیرے دُر پر مراسر ہو یارب
 چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں
 جان اس طرح تجھ پر نٹائیں
 مجھ کو اپنا بسا لو کرم سے
 ملت نرم پر یہ مانگیں دعائیں
 دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت
 جتنے عالم ہوں تجھ پر نٹائیں
 سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
 تیرا دُرِ محبت سُنائیں
 تیرا دُرِ محبت سُنا کر
 سارے عالم کو مجنوں بنا کر
 لذتِ قُرب پا کر میری ہم
 لذتِ دو جہاں بھول جائیں

در مدد ہونڈتا ہے یہ اختر

اصل دردِ محبت کو پائیں



آپ کا ذکر ہے دو جہاں پر!

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں جیسے خورشید ہو آسماں میں
 دو ستویہ ہے شہر مدینہ جس سے اسلام پھیلا جہاں میں
 گزرتے صلی علیٰ ہوزباں پر کیا اثر ہو گا آہ و فغاں میں
 و رفعت کا انعام یہ ہے آپ کا ذکر ہے دو جہاں میں
 شرط توحید کامل یہی ہے عشق ہو آپ کا قلب جاں میں
 کوئی مجھے گا کیسا، غیر ممکن! آپ کا رتبہ دونوں جہاں میں
 سبز گنبد پہ جس کی نظر ہو وہ بھلا جائے کس گستاں میں
 نام کیسا ہے پیارا محمد جن کے صدقے میں یائے سبحاں میں
 یہ ہے فیض ان نور نبوت جو ہے اسلام سائے جہاں میں

کیا کہوں رفعت شان گنبد
 کچھ نہیں دم ہے اختر زباں میں



سے صلی اللہ علیہ وسلم



کیا اثرِ رحمت کی شان ہیں

نورِ سنت ہے کون و مکان میں
کیا تجبلی تھی تیرے بیاں میں

عبد و سلطان کھڑے ایک صف میں
کیا اثرِ رحمت رسالت کی شان میں

فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں

یہ محت تیری غلامی کا صدقہ
شانِ سلطانیت شترباں میں

جس نے کانٹے بچھائے تھے دیکھا
گلِ بامال ترے بوستاں میں

جو چلاتیرے نقش قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

ہو تم جیسے انجم میں روشن
آپ تھے محفلِ خستہاں میں

آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اخترِ بیاں میں



سوے طیب خلیفہ نبی کے قدم

مسیدی قسمت کہاں یہ طواف حرم
جس زمیں پر چلے تھے نبی کے قدم

جس سے چپکے تھے کل سینہ انبیاء
میرے سینہ کو حاصل ہے وہ ملتم

بجز ہے کہ آلتِ پیمانہ تھے
وسطِ دنیا میں ہے کعبہ محترم

اور بنوایا گھر اپنیوں مختصر
سہل ہوتا کہ سب کو طواف حرم

ورنہ مالک اگر گھر بنا تا بڑا
کھا کے غش کرتے سب زائران حرم



اپنے کعبہ کا پھیلا رکھا مختصر
صاحب بیت کی ہے یہ شانِ کرم

گو حرم کے پہاڑوں پہ سبزہ نہیں
ہیں مگر دوستو! پاسبانِ حرم

ورنہ حاجی درختوں میں بیٹھے ہوتے
کیرے میں لیا کرتے باغِ حرم

ربِ کعبہ سے بھی اور کعبہ سے بھی
دُور کر دیتے ہم کو جبِ الحرام

ان پہاڑوں پہ بھی حفظِ توحید کا
رب کی جانب سے ہے انتظامِ حرم

یہ بھی جہرت کا اک رازِ تکوین ہے
ورنہ روضہ بھی ہوتا جوارِ حرم

قلبِ عاشق کے دو ٹکڑے ہوتے یہاں
درمیانِ حرم روضہ محترم



جا کے طیبہ میں دے بزرگنہ پو جاں
اور مکہ میں ہو جا فدا ئے حرم

بت وطن کے محی ہجرت سے سب گر گئے
سُوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

آپ کے گھر میں خستہ کی یہ حاضری
ایک نا اہل پر ہے خدا کا کرم

(مکملہ - ۱۴۱۴ھ)



دل تڑپتا ہے میرا سینے میں
ہاتے پہنچوں گا کب مدینے میں
قلب جس کا نہ ہو مدینے میں
اس کا جینا ہے کوئی سینے میں

فیضانِ نبوی سے بندہ سب سے

ساحل سے لگے گا کبھی یہ راہی غنیمت
دیکھیں گے کبھی شوق سے مکہ و مدینہ
مومن جو فدا نقش کھنڈے پائے نبی ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سُنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفان سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ
یہ دولتِ ایماں جو ملی سارے جہاں کو
فیضانِ مدینہ ہے فیضانِ مدینہ
جو قلب پریشاں تھا سدا رنج و الم سے
فیضانِ نبوت سے ملا اس کو سکینہ
جو دردِ محبت کا ودیعت تھا ازل سے
مومن پہ ہو کشف وہ مدفونِ حسنینہ
اے ختمِ زلزلے کتنے بشر آپ کے صدقے
ہر شر سے ہوئے پاک بنے مثلِ نجینہ
خالی جو تھا انوارِ محبت کی حق سے
اک آگ کا دریا سا لگے ہے وہی سینہ
صدقے میں ترے ہو گیا وہ رہبرِ اُمت
جو کفر کی ظلمت سے تھا اک عبدِ کمینہ
اے صلّ علیٰ آپ کا فیضانِ رسالت
جو مثلِ حجر تھا وہ ہوا رشکِ نجینہ
جو ڈوبنے والا تھا ضلالت کے بھنور میں
اب رہبرِ اُمت ہے وہ گمراہِ غنیمت
جو کفر کے ظلمات سے تھا ننگِ خلاق
ہے نورِ ولایت سے منور وہی سینہ

انحر کی زباں اور شرفِ نعمتِ محمد

اللہ کا احسان ہے بے خون و پسینہ

صلی اللہ علیہ وسلم



یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں

یہ آہ سحر کا اثر دیکھتے ہیں مدینہ کے شام و سحر دیکھتے ہیں
 جسے آپ کا خبہر دیکھتے ہیں اُسے غیر سے بے خبر دیکھتے ہیں
 غلامی سے تیسری غلاموں کا رتبہ ملائک سے بھی فوق تر دیکھتے ہیں
 تجلی جو ہے سبز گنبد پہ ہر دم اُسے رشک شمس و قمر دیکھتے ہیں
 مدینہ کا جغرافیہ دیکھ کر ہم عجب حالِ قلب و بگر دیکھتے ہیں
 تصور میں آتا ہے جب سبز گنبد تو ایمان کو گرم تر دیکھتے ہیں
 بفرطِ محبت بشوقِ نظر ہم مدینہ کے دیوار دور دیکھتے ہیں
 ابو بکر و فاروق و عثمان و حیدر تصور میں ہم اُن کے گھر دیکھتے ہیں
 جو روضہ پہ صحنہ سلاطین ہوئے ہیں تو پسندارِ زیر و زبر دیکھتے ہیں

جو جالی پہ صسلِ علی کہ رہے ہیں
 اے اختر انہیں چشم تر دیکھتے ہیں



گلستانِ طیب سے میر ہو گا

عجم کے بیابان سے مسند در ہوں گا گلستانِ طیب سے مسند در ہوں گا
 میں دیدارِ گنبد سے محمور ہوں گا کبھی نور ہوں گا کبھی طور ہوں گا
 گناہوں سے اپنے میں رنجور ہوں گا پیفیضِ شفا عمت میں مغفور ہوں گا
 اڑے گی ہوا سے جو خاکِ مدینہ میں ایسے غباروں میں مستور ہوں گا
 میں روضہ پہ صلّ علیٰ نذر کر کے بدل نور ہوں گا جب اس نور ہوں گا
 مدینہ کے انوارِ شام و سحر سے سراپا دل و جاں سے مسرور ہوں گا
 میں ممنون ہوں گا خدا کے کرم کا کبھی دل میں اپنے نہ منور ہوں گا
 ہر اک امر میں راہِ سنت پہ چل کر خدا کے کرم سے میں منصور ہوں گا
 اُمد کے شہیدوں کے خونِ وفا سے سبق لے کے پابندِ دستور ہوں گا
 مدینہ میں جب قلب و جاں چھوڑ آیا میں مجبور ہو کر نہ مجبور ہوں گا

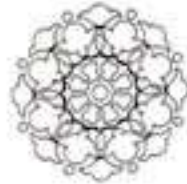
قبا کی زیارت و نفلوں سے اختر
 ہر اک راہِ سنت سے پُر نور ہوں گا



دیارِ مدینہ

نظر ڈھونڈتی ہے دیارِ مدینہ ہیں دل اور جاں بے قرارِ مدینہ
 وہ دیکھو اُحد پر شجاعت کا منظر شہیدوں کے خون شہادت کا منظر
 وہ ہے سامنے بزرگنبد کا منظر اسی میں تو آرام مند رہا ہیں سرور
 ابو بکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدر یہیں تھے یہ پروانہ شمعِ انور
 یہیں سے تو اسلام پھیلا جہاں میں مدینہ کا شہر ہے ہفت آسماں میں
 نشانِ نبی ہے یہ مسجدِ قبا کی ہے قنیلِ ملیبہ نبی کی ضیاء کی
 مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں عجب حالِ قلب و جگر دیکھتے ہیں

یہ مسکن ہے شاہِ مدینہ کا اختر
 فلکِ بوسہ زن ہے یہاں کی زمیں پر



سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ



جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم

مدینہ منورہ کے ایک عالم حضرت مولانا عاشق الہی بند شہری صاحب مدنی دامت برکاتہم کی فرمائش پر یہ اشعار لکھے گئے
جنہوں نے مدینہ منورہ سے یہ مصرع لکھ کر بھیجا تھا۔ جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم — محترمہ ستر

نہیں پر مدینہ کی رہتے ہیں ہم فلک پر مگر نماز کرتے ہیں ہم
 نہ پوچھو کہ کیا ہے ہمارا شرف جوارِ محکمہ میں رہتے ہیں ہم
 کرم ہے یہ مالک کا اے دوستو مدینے کی بستی میں بستے ہیں ہم
 مدینے کی نسبت ہے قیمت مہی وگرنہ حقیقت میں سستے ہیں ہم
 مدینہ میں مرنا محنت دریں ہو خدا سے دُعا یہ بھی کرتے ہیں ہم
 یہ نالایقوں پر ہے رب کا کرم محکمہ کی نگری میں رہتے ہیں ہم
 شفاعت محکمہ کی بھی ہو نصیب دُعات دن یہ بھی کرتے ہیں ہم
 مدینے میں ہر سال ہو حاضری خدا سے یہ منہ یاد کرتے ہیں ہم
 پس اے ساکنانِ مدینہ مجھے نہ بھولو گزارش یہ کرتے ہیں ہم

اے اخترِ مریے قلبِ جاں ہیں وہاں
مدینے سے گو دور رہتے ہیں ہم

عے صلی اللہ علیہ وسلم



فوجِ تھچھ پھ آخاکِ شہرِ مدینہ

مبارک تجھے ہوئے ارضِ مدینہ

نبی کا شہر ہے یہ شہرِ مدینہ

ترے پاس جب سُنید دو جہاں ہیں

نہ کیوں رشکِ افلاک ہو چہرِ مدینہ

ترے بنز گنبد پہ عالمِ فدا ہے

فلک بیسے پخوئے زمینِ مدینہ

ترا ذرہ ذرہ نشانِ نبی ہے

فدا تجھ پہ میں خاکِ شہرِ مدینہ

اُحد کے یہ دامن میں خونِ شہیداں

سبق دے رہا ہے وفائے مدینہ

نشانی ہے اسلام کی عظمتوں کی

صحابہ کے قدموں سے خاکِ مدینہ

وفاداریوں پر صحتِ باہ کی اختر

ہے تارِ سخنِ روشنِ یہ شہرِ مدینہ



یا جبکہ الحرم جبال الحرم

میسری نظروں میں تم ہو بڑے محترم
یا جبکہ الحرم یا جبکہ الحرم

یہ دُعا ہے مہرم لذتِ طہمتِ ندم
ہو عطا سب کو یہ نعمتِ مفتِ ندم

اے خدا ہے فقط آپ کا یہ کرم
کر رہے ہیں جو ہم سب طوافِ حرم

آگیا سامنے روضہٴ محترم
جس کی زیارت کو یارب ترستے تھے ہم

رحمتِ دو جہاں کا ہے فیضِ تم
جن کے صدقے میں مسلم و مومن ہیں ہم

آپ ہی کے شرف سے یہ رُتبہ رطا
اُمتِ مسلمہ ہے جو خمیرِ الامم

ہیں سلاطینِ عالم بھی احرام میں
بُن کے حصار ہوئے ہیں گدائے حرم

میرے مالک یہ تختہ کی سُن لے دُعا
جو معتد میں ہر سال دیدِ حرم



لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن

لذتِ ذکرِ نامِ خدا ہے چمن
اور غفلت کی دنیا ہے دشت و دمن

کی ہے جس نے بھی ہجرت ترے نام پر
پا گیا پاکیا وہ بہسا رِ وطن

ہے ضروری گناہوں کو بھی چھوڑ دیں
اہلِ ہجرت نہیں صرف ترکِ وطن

یہ ہے فیضانِ آہ و فغاں دیکھ لو
دامنِ کوہ میں دل ہے کیسا گمن

بہیتیں پائے گا نسبتِ اولیا۔
جس کے دل کو لگی ہے خدا سے لگن

شہرِ محبوب ہو گا جہاں مجی کہیں
عاشقوں کا سنا ہے وہی ہے وطن



پھر مدینے کی لذت کو میں کیسا کہوں
کاشش ہوتا مدینے میں مسیحا وطن

کس طرح میں کہوں دل سے لے دو تو
زندہ باد لے وطن زندہ باد لے وطن

ہیں وطن میں مگر دل مدینے میں ہے
لے مدینہ مندا تھم پہ ہوں صد وطن

نیک لوگوں میں ہو صاحب دردِ دل
ہے چمن میں کوئی جیسے رشکِ چمن

روز و شب ہے یہ اختر کی آہ و فغان
بخش دے روزِ محشر مجھے ذوالین

(ریونیون - ۱۱ ستمبر ۱۹۹۳ء)



امّ العیلم بان اللہیری

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے



صحابہ کی امت با وفا تاریخ ایمان ہے
جو ہر طرف سے ہی شہدے کے ساتھ پیغام ایمانی



منقبت

رضی اللہ عنہم
صحابہ

سید دیدہ میں پوشیدہ جمال حق کی تابانی
صحابہ کے دلوں کو جس نے بخشا نور یزدانی

وہ سلطان جہاں تھے قلب میں تھا فخر پیمانہ
مقام عبدیت کے ساتھ تھی ان کی جہان بینی

خدا دیدہ نظر کو چوں کہ دیکھا تھا صحابہ نے
وہ ایساں آج کیسے پاسکے گا کوئی ربانی

تجلی گاہ جو جاں تھی اسی روح منور سے
ہر اک مومن کو ہوتی تھی عطیہ امراج روحانی

مبارک نگہ آنکھوں کو کہ جن آنکھوں نے دیکھے تھے
نبی کے چہرہ انور پہ جلوہ ہائے ربانی



جنھوں نے مال و زر بھی آبرو بھی جان بھی دے دی
کوئی جانے کا کیا ان کا امتام کیفیتِ احسانی

ہمیشہ ہر صحابی راہِ سنت کا تھا شہیدانی
وہ دیوانے تھے لیکن خاکِ پاتھی ان کی فرزانی

یہ کیسا معجزہ تھا دوستو شانِ رسالت کا
شتر بانوں کو بخشے جس نے آدابِ جہانِ بانی

خدا ان سے ہے راضی اور وہ رب سے ہوئے راضی
شہادت اس حقیقت پر ہیں نمود آیاتِ متراخی

بملا غیر صحابی پاسکے کا مرتبہ ان کا
کہ ہے مخصوص ان پر رحمتِ حقِ فضلِ رحمانی

صحابہ کی محبت کو بھی ہم ایسا سمجھتے ہیں
کہ ان کے دم سے امت کو ملی تعلیمِ قرآنی

صحابہ کی حیات با وفا تاریخِ ایماں ہے
جو آخر دے رہی ہے رات دن پہ پیغامِ ایمانی



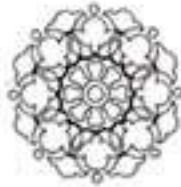
شہنشاہی شہنشاہی شہنشاہی شہنشاہی
روح میں شہنشاہی شہنشاہی شہنشاہی



زمین جیسے ہے آسمان

جس سے ہیں آپ خوش اس جہاں میں وہ شب و روز ہے گلستاں میں
 دیکھ کر میرے اشکِ ندامت ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں
 آپ کا سنگِ در اور مرا سہ حاصلِ زندگی ہے جہاں میں
 سارے عالم کی لذت سمٹ کر آگنی ہے ترے آستان میں
 لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ اور کیا لطف آہ و فغاں میں
 کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم یہ زمیں جیسے ہے آسمان میں
 برق گرنا مگر رُخ بدل کر آہ سنتا ہوں میں آشیاں میں
 عالمِ غیب کا یہ کرم ہے چشمِ بینا دیا قلب و جاں میں
 دس تسلیم و خونِ تمنا ہے نہاں عشق کی داستاں میں

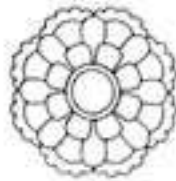
لذتِ قرب بے انتہا کو
 کس طرح لائے اخترِ زباں میں



سہ گہا اپنے جاں اپکو پاپا اپنی جاں؛

ذکر سے جب ملا نور جاں میں سیکڑوں جاں ملی مسیری جاں میں
چار سوائے کی نسبت کی خوشبو پھیل جاتی ہے سارے جہاں میں
بکس طرح سے چھپاؤں محبت راز ظاہر ہے آہ و فغاں میں
چشم غماز ہے دردِ نسبت! عشقِ مجبور ہے گویاں میں
نیم جاں کر دیا حسرتوں نے رہ کے صحرا میں ہوں گستاں میں
آپ کی راہ میں جان دے کر آپ کو پاگیا اپنی جاں میں
یوں تو دنیا سے جانا ہے مجھ کو کام کچھ نیک کمروں جہاں میں
تیسری توفیق کا آسرا ہے ورنہ رکھا ہے کیا خاکداں میں
مثیل خورشید چمکا دے یارب دردِ مخنی ہے جو مسیری جاں میں

تیری رحمت کے صدقے میں اختر
کیا عجب ہوگا باغِ جنناں میں



ترے در پر ترا بندہ بہ امید کرم آیا

کرم سے ان کے میرے سامنے ان کا حرم آیا
ہماری زندگی کا وقت وقتِ مفتنم آیا

کرم سے ربِّ کعبہ کے دُعا یاں رو نہیں ہوتی
نظر کے سامنے قسمت سے سیدی ملنم آیا

یہاں کا ذرہ ذرہ نظرِ انوارِ کعبہ ہے
یہ مالک کا کرم ہے اس پہ جو اُس کے حرم آیا

اگرچہ پُر خطا ہے پر کہاں جائے ترا بندہ
ترے در پر ترا بندہ بہ اُمید کرم آیا

زبانِ شکرِ قاصر ہے لغت میں دم نہیں خستہ
ہر سہ اُمید سے زیادہ نظرِ اُن کا کرم آیا

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ (اندرونِ کعبہ شرف)



اے مرے خالق حیات

اے مرے خالق حیات تیری خوشی ہے صد حیات
 آپ کی ناخوشی سے ہے میری حیات صد مات
 ذکر سے تیرے بل گئی دل کو کھائے صد حیات
 بلکہ ترے ہی نام سے زندہ ہے ساری کائنات
 تیرے بغیر میں ہی کیا مڑوہ ہے ساری کائنات
 تیرے کرم سے حشر تک زندہ ہے ساری کائنات
 عارضی حُسن گل پہ ہیں مُبَسَّل کی ساری ہزلیات
 فانی ہوں کو دل زد سے یہ ہیں ہماری غزلیات
 شمس و قمر کی روشنی ادنیٰ سی بھیک ہے تری
 رُوح میں تیرے نور سے کتنے ہیں ماہِ کائنات
 نفس کا جو غلام ہے عسقرق ہے وہ گناہ میں
 کیوں نہ کہوں کہ زندگی کتنی ہے اس کی داہمیات
 اُس کا سکون چمن گیا کتنی ہے تمنی حیات
 جس نے چکھے ہیں دوستو فانی ہوں کے کنکلیات
 تو بکریں گناہ سے لیکن ہو صدق دل سے بھی
 حشر میں ہوں گے فائزوں بیبیاں ہوں گی فائزات
 ہیں تو خدا سے دُور دُور لیکن زباں پہ ہے ضرور
 دعویٰ عظیم ارضیات دعویٰ مسلم فلکیات
 جس کو خدا نے بخش دی لذت ذکر فضل سے
 اختر وہ پا گیا ہے بس ماحصل لطف کائنات



غرضِ حق ہے جس پر مثال کے جاؤنگے
کہم ہاگ کہ پے پے یہ قلبِ نیاگے



سامنے جلوے ہیں ان کے کو بہ

درد دل کے واسطے کر جستجو زخم حسرت اور خون آرزو
 غم سے ٹکڑے ہو گئے دل کے مگر دل کے ہر ذرہ میں ہیں انوارِ حُجو
 ان کی جانب سے محبت کامرے امتحاں ہے ہر شکست آرزو
 اے خدا تجھ پر فدا ہو ہر زماں میری دولت میری جان و آبرو
 حسرتوں کے غم اگر ہیں راہ میں سامنے جلوے ہیں ان کے کو بہ کو
 ایسی شکلوں کو نہ دیکھوں میں کبھی آپ سے جو دُور کر دے خو برد
 تجھ کو کیوں مشکل ہے یہ صرف نظر دیکھ اے ظالم شہیدوں کا لبو
 شکر کرتے ہیں غم حسرت پہ ہم دیکھ کر یارب ترے جام و سبو

دیدۂ آختر ہے گو حسرت زدہ

دیدۂ دل دیکھتی ہے نورِ حُجو

(۱۱ فروری ۹۳ء جمہوریت گیتا نیوز ویلی ٹیلی ویژن)



ہائے غفلت دل کے

آرزو میری خاک میں مل کے لطف لیتی ہے عشق کامل کے
 مٹ گئے رنج راہ منزل کے پاس آئے ہیں جب سے وہ دل کے
 رنج حسرت ہے راہ میں لیکن لطف شامل ہیں اُن کی منزل کے
 کیا کہوں ان کے قرب کا عالم بختنے عالم ہیں عالم دل کے
 فرط لذت سے مجھوم جاتا ہوں کتنی خوشیاں ہیں آپسے مل کے
 اب خزاں دل سے دُور ہے کیونکہ پاس رہتے ہیں وہ مرے دل کے
 جب یہ لذت ہے دل کے طوفاں میں کیا کہوں کیفیت دل میں سال کے
 کیا خبر تھی کہ خوں بہا ہے آپ ہائے لمحات غفلت دل کے
 ایسے دیے بھی ہو گئے کیسے فیض کیسے ہیں شیخ کامل کے
 جان ان پر فنا کرو خستہ سرخرو ہو گئے خاک میں مل کے



پھول مڑھتا ذرا گل کے

کون زخمت ہوا گلے مل کے شامیانے اُجڑ گئے دل کے
 حُسن و نانی ہے عشق بھی و نانی پھول مڑھتا گئے ذرا گل کے
 کیسا چہرہ بدل گیا ان کا دام کچھ بھی نہیں رہے تل کے
 کی نہ توبہ اگر گناہوں سے دونوں رویوں کے خاک میں مل کے
 صدق توبہ و چشم گریاں سے سامنے ہیں نشان منزل کے
 ناؤ گزری ہے جو بھی طوفاں سے لطف ملتے ہیں اس کو سا مل کے
 اے خدا آپ کے کرم سے سب کٹ گئے دن ہمارے مشکل کے
 بعد مدت کے بزم ساقی میں میر خوشیاں مٹا گلے مل کے
 میں کہاں اور شاعری میری فیض ہوتے ہیں شیخِ کامل کے
 آج خستہ ہے مجمعِ ابرار آؤ کر لیں ذرا دُعا مل کے

لے مُراد شیخ ہے



یہ مستی دردِ دل کی شہنائی ہے

یہ مستی دردِ دل کی اشرفِ مینائے عالم ہے
ہر اک جامِ محبتِ اشرفِ صہبائے عالم ہے

بہت گلشن ہیں دنیا میں مگر سب ہیچِ وفائی ہیں
یہ گلشنِ دردِ دل کا افضلِ گلہائے عالم ہے

بہت تنھے ملے دنیا میں لیکن کیا کہوں اکِ دل
یہ تنھے دردِ دل کا حاصلِ نعمائے عالم ہے

جسے دیکھو اسی کے سر میں ہے سودا کئی شے کا
مگر سودائے جانانِ اکبرِ سودائے عالم ہے

بس اک ہنگامہ دردِ عشقِ حق کا گرم رہتا ہے
سو اس کے ہمہ فانی ہر اکِ غوغائے عالم ہے



خوشی پر ان کی مرزا اور جبینا ہی محبت ہے
نہ کچھ پروائے بدنامی نہ کچھ پروائے عالم ہے

ہے روح بندگی بس ان کی مرضی پر خدا ہونا
یہی مقصود ہستی ہے یہی منشا ہے عالم ہے

ہماری خاک اُس لمحہ میں ہے رشک فلک اختر
وہی لمحہ جو میرا ذکر مولا ہے عالم ہے

(۹، رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ حرم مدینہ طیبہ)



عروج بندگی

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ بونے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا
جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے تارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

(کہنہ اللہ سے سامنے، بکھو کوہ)



سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستان مجھ کو

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زحیم نہاں مجھ کو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبورِ بیاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو! لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستانِ مجھ کو

زبانِ عشق کی تاثیر اہل دل سے سُنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین ، دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یادِ گلستاں مجھ کو

مری صحرا نوردی اور میری چاکِ دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہِ دفنِ مجھ کو



کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستوراہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہل نسبت ہی سے لے اختر
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُر فشاں مجھ کو

(۸ فروری ۱۹۳۳ء جنوبی افریقہ)



موت کا کارنامہ

قضا کے بعد ہوئی سرد نفس کی دُنیا
نہ حُسن و عشق کے بھگڑے نہ مال و دولت کے

میری زندگی کا پہلا شعر

دردِ فرقت سے مراد دل اس مت در بے تاب ہے
جیسے تپتی ریت میں اک ماہی بے آب ہے



دل پر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا

حقیقت میں تو رہتا ہے یہی باحق و خور رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہ محو رنگ و نور رہنا

علامت جذب پنہاں کی یہی معلوم ہوتی ہے
تری خاطر مری ہر سانس وقف جستجو رہنا

یہ دعوت بے زباں بھی ہے مگر آتش فشاں بھی ہے
گریباں چاک ہو کر عشق حق میں کو بہ کو رہنا

حقیقت بندگی کی ہے یہی اے دوستوں لو
دل پر آرزو رکھتے ہوئے بے آرزو رہنا

مرے احباب مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرح درد دل خستہ کا محو گفتگو رہنا



آہ صبرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریب انوں کو
 آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیانوں کو
 ہم نے دیکھا ہے ترے سوختہ سامانوں کو
 سوزِ غم سے تڑپتے ہوئے پردانوں کو
 ہم ہندا کرنے کو ہیں دولت کو نین ابھی
 تو نے بخشا ہے جو غم ان پٹھے دامانوں کو
 خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
 کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو دیوانوں کو
 اہل دُنیا تو چمن میں ہیں گلوں کے بندے
 ان کے دیوانے تو جاتے ہیں بیابانوں کو
 اہل دُنیا کو ہے راسِ آبی یہ منافی دُنیا
 نعرۂ عشق و محبت ترے مستانوں کو
 حُسنِ منافی بُناں پر مرے کر گس لیکن
 آہ صبرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو
 ہم نے دیوانوں سے سیکھی ہے محبتِ اختر
 ہائے یہ درد کہاں بتاتا ہے فرزانوں کو

(۲ فروری ۱۹۳۲ء - جنوری ۱۹۳۲ء میں آخری پانچ اشعار کا اضافہ)



مانا غم زندگی دیگر اں کرتے ہیں ہم

درد دل سے جب کبھی آہ و فغاں کرتے ہیں ہم
اپنی آنکھوں سے بھی اک دیا رواں کرتے ہیں ہم

اپنے سجدوں سے زمیں کو آسماں کرتے ہیں ہم
اپنے اشکوں کو بھی رشک ککشاں کرتے ہیں ہم

خاک تن میں درد دل کو جب بناں کرتے ہیں ہم
اپنے آب و گل کو رشک آسماں کرتے ہیں ہم

ان کے غم کی رفعتوں کو یوں بیاں کرتے ہیں ہم
مانا غم زندگی دیگر اں کرتے ہیں ہم

اپنے ہر غم کو فدائے حباں کرتے ہیں ہم
اس طرح سے اپنے غم کو جاوداں کرتے ہیں ہم



راز درد دل کبھی دل میں نہاں کرتے ہیں ہم
برسر منبر کبھی اس کو بیاں کرتے ہیں ہم

اپنا صحرا ان کے غم کے گلستاں کرتے ہیں ہم
اور غارستاں کو رشک بوستاں کرتے ہیں ہم

اہل دل کی صحبتوں سے انتہر خستہ کو بھی
دل ملا ایسا کہ شرح دل بیاں کرتے ہیں ہم



جمع ضیئین خوش غم

رضائے دوست کی خاطر یہ جو صلے ان کے
دلوں پہ زخم ہیں چسبھی یہ مکرلتے ہیں
عجیب مظہر اصداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مکرلتے ہیں

اللہ اللہ عشق کی بے زبانی دیکھتے

ہے زباں خاموش اور آنکھوں سے ہے دریا رواں
 اللہ اللہ عشق کی یہ بے زبانی دیکھتے
 حشر سے پہلے نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا
 رُبِ ارنی پر حبلال لن ترانی دیکھتے
 لب نموشانِ محبت کی نگاہ پاک سے
 اک نظر میں مردہ دل کی زندگانی دیکھتے
 عاشقانِ زرد رو کی چشمِ نم میں صبحِ دم
 ان کے جلوؤں کا یہ رنگِ ارغوانی دیکھتے
 جلوہ گاہِ حقِ دلِ عارف کی آہِ گرم میں
 بارگاہِ کبریا کی ترجمانی دیکھتے
 یوں تو عاشقِ بے زباں معلوم ہوتا ہے مگر
 رَسَق کی تفسیر میں حبا دو بیانی دیکھتے
 عاشقوں کا منصبِ دل پر بیانِ دردِ دل
 وعظ میں آمیزشِ دردِ نہانی دیکھتے
 داستانِ زخمِ دلِ اختہ چھپاتا تھا مگر
 روزِ محشر داغِ دل کی گلِ فشانی دیکھتے



جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے



سینکڑوں غم سے ملی ان کو نجات جو تمہارے درد کے حامل ہوئے
تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے
آپ تک لائی جو موجِ رنج و غم اس پر تہاں سینکڑوں حامل ہوئے
دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو لاکھ تم عالم ہوئے منِ فضل ہوئے
یک زمانے صحبتے با اولیاء جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے
آشنائے دردِ جان سوختہ دیکھ کر زندوں میں ہم شامل ہوئے
دیکھتے ہی دل مرا گھبرا گیا زاہدانِ خشک جب نازل ہوئے

اخترِ بسمل کی تم باتیں سنو
جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے



نہیں آتے نظر لیکن پُر پرواز
آہوں کے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے نازوں کے

زین پر ہیں مگر کیا رابطہ ہے عرشِ عظم سے
نہیں آتے نظر لیکن پُر پرواز آہوں کے

بدھ دیکھو فدا ہے عشقِ فانی حُسنِ فانی پر
وہ اللہ پر ہیں قلب و جان اللہ والوں کے

تجھے دھوکہ نہ دے فانی بتوں کی عارضی رنگت
کبھی دیکھو گے تم قبروں میں ابتر حال لاشوں کے

جو اہل دل کے جوتوں سے لگے ہیں خاک کے ذرے
شرف حاصل ہے ان کو موتیوں پر تاج شاہوں کے



چمن میں جیسی ہوتی ہے عسادل کی پیرائی

کیس وہ مرتبے ہوتے ہیں صحرآوں میں زانوں کے

وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی خدا کے ساتھ رہتے ہیں

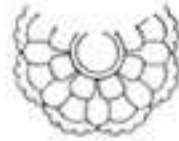
مگر کچھ اہل دل ہی آشنا ہیں ایسے رازوں کے

وہ کر گس جو کسی مردہ پہ ہوتا ہے فدا خستہ

وہ کیا جانے کہ کیا رتبے ہیں ان کے شاہبازوں کے



(۳ شہان ۱۴۱۴ھ ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء دہلی تانیر دہلی طیارہ میں)



پریشانی حسن و شادانی دیوانہ حق

ہر حسن مجھے خواب پریشانی نظر آیا

دیوانہ حق بس مجھے شادانی نظر آیا

چھایا ہے جب سے دل پہ تری یاد کا عالم

ہر ذرہ مجھے منزل جاناں نظر آیا

مجھے تو پہ جہانِ آسماں معلوم ہوتا ہے



گناہوں سے جو ظالمِ شاہِ اداں معلوم ہوتا ہے
مٹانا نفس کا اس کو گراں معلوم ہوتا ہے

جو ڈرتا ہے خدا کی راہ میں خونِ تمنا سے
وہ ظالمِ تنگِ رو باہِ جہاں معلوم ہوتا ہے

جو کر لے نفس اتارہ کو فتابو میں تو وہ سالک
فقیری میں بھی سلطانِ جہاں معلوم ہوتا ہے

یہ خاکی ذکر کی برکت سے ہے فوقِ السماں لیکن
زمین پر بھی نزولِ آسماں معلوم ہوتا ہے

دوامِ ذکر سے سننا ہوں مل جاتی ہے وہ نسبت
کہ ان کو بھولنا کوہِ گراں معلوم ہوتا ہے

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے



حقیقت میں ترا ہی آستماں داتا ہے عالم کا
مگر اسباب کا پردہ یہاں معلوم ہوتا ہے

کرم ہے دل پہ مالک کا یہ فیض مرشد کامل
کہ ہر ذرہ یہاں ان کا نشان معلوم ہوتا ہے

چمن میں جس کی تھی تنقید ہر دم ہر نشیمن پر
دحوال دیتا اسی کا آستیاں معلوم ہوتا ہے

ہمارے نالہ درد محبت پر تعجب کیا
یہ انعام نگاہ بزرگان معلوم ہوتا ہے

خدا کے فضل سے نسبت جسے حاصل ہوئی اختر
پھر اس کا فیض فیض بے کراں معلوم ہوتا ہے



قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ پر

اعتابِ روزِ محشر سے جو لرزیدہ نہیں
ایسے ظالمِ نفس میں انجہام میں دیدہ نہیں
عشقِ ظالم سے یہ ناممکن ہے وہ صابر ہے
پھر تعجب کیا جو دردِ عشقِ سنجیدہ نہیں
بکس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے
کوئی بھی ان کے سوا دنیا میں خندیدہ نہیں
نام روشن کر گئے مرکز کے حق پر عارفیں
مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں
پا لیا جس نے خدا کو پایا سارا جہاں
کون کتنا ہے کہ اہل دل جہاں دیدہ نہیں
لذتِ قربِ ندامت گریہ و زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں



جس کو استفہار کی توفیق حاصل ہو گئی
 پھر نہیں جانتی یہ کہساکہ وہ بخشیدہ نہیں
 جب بصارت کی حفاظت سے بصیرت مل گئی
 ہو کے نادیدہ بھی اس کی آنکھ نادیدہ نہیں
 برکت تقویٰ سے جس کے ساتھ ہے فضلِ خدا
 اس کے پیچیدہ مسائل کوئی پیچیدہ نہیں
 اہل دل کی صحبتوں سے جو حقیقت میں ہوا
 لذتِ دُنیا سے فانی کا وہ گرویدہ نہیں
 روزِ محشر اے خدا اُسوا نہ کرنا فضل سے
 کہ ہمارا حال تجھ پر کوئی پوشیدہ نہیں
 کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
 صدمہ و غم میں بھی اخترِ روحِ رنجیدہ نہیں



(۲۲ شعبان ۱۴۱۳ھ جنوری ۱۹۹۲ء)



میرے
طوفانوں میں بھی حل ہے

دردِ دل کے فیض یوں شامل ہے
میرے طوفانوں میں بھی شامل ہے

آہ جو محرومِ دردِ دل رہے
ان کے آبِ دگل بس آبِ دگل ہے

بعض نادانِ عمر بھرتا لے
فائدہ کیا جب نہ وہ گم لے

جو بھی اہلِ اللہ سے تھے بدگماں
عمر بھر نابالغِ منزل ہے

علم کا پتہ دار جن کے دل میں تھا
ہو کے قابلِ بھی وہ نا قابل ہے



دامن رہبر تھا جن کے ہاتھ میں
بس وہ رہروں کا منزل ہے

عمر بھر پیتے رہے جو خونِ دل
راہِ الفت میں وہی کامل ہے

راہِ حق میں گو بلا آتی رہی
میرے نالے حاصلِ منزل ہے

میرا جو عزمِ دائمی غفلت ہوا
آپ کے غم میں وہ غم شامل ہے

داستانِ درد لے ختمِ سنو
بکس طرحِ دنیا میں اہلِ دل ہے



صیقت - خانقاہ

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

دل نہ وقتِ غمِ مہمِ زکرو

ناز چھوڑو سرِ مہمِ زکرو نفس کو اپنے شاہباز کرو
 ان کا دامن اگر چہ دُور سی ہاتھ اپنا بھی تم دراز کرو
 حُسنِ فانی سے کیوں ہے سرگوشی مُنہ سراپا سکوتِ راز کرو
 ان حسینوں پہ ڈال کر نظروں دل نہ وقتِ غمِ مہمِ زکرو
 حُسنِ فانی سے کر کے صرفِ نظر چشمِ دل کو تم اپنی باز کرو
 یُمیا کی بھی کیا حقیقت ہے خوفِ حق سے جو دل گداز کرو
 نفرتوں کے یہ تذکے کب تک واعظو! وعظِ دل نواز کرو
 دوستو! اہل دل کی صحبت سے روح کو آشنائے راز کرو

ہر نفسِ ذکرِ حق کرو خستہ

غفلتوں سے نہ ساز کرو



کیا اثر ہے تری داستاں میر

مگر نہ ہو درد دل قلب و جاں میں کیا اثر ہوگا اس کے بیاں میں
 لذت ذکر ہے قلب و جاں میں کیسی لذت ہے آہ و فغاں میں
 حُسن و مانی پہ جو بھی مرا ہے ہے ندامت اسے دو جہاں میں
 درس عبرت ہے چشمِ عنادل کس طرح عشقِ نم ہے خزاں میں
 حیثِ حسرت ہو یا کیفِ عشرت خواب ہے خواب سب اس جہاں میں
 قلب جن کا تمہا ننگِ بیاباں ان کا شہرہ ہے ابگستاں میں
 آپ کے قرب کا کیفِ لذت ہے کہاں عشرت دو جہاں میں
 آہ نکلی ہے بے چسپین ہو کر کیا اثر ہے تری داستاں میں
 بال میں آگئی جب سفیدی کچھ نہیں چہرہ ارغواں میں
 اس جوانی کو پسیری میں دیکھا راکھ تھی راکھ آتشِ فشاں میں
 مجھ کو دھوکہ نہ دے رنگِ گلشن آہ صحرایہ بھی ہے گلستاں میں
 حاصلِ زندگی ہے یہ نہتہ ہر نفس یاد اُن کی ہو جاں میں



عالم خاک ہے سماں نکر

ان کی منزل کبھی گلستاں میں
اور کبھی غم کے کوہ گراں میں

تربیت کا یہ راز نہاں ہے
خارجی تو ہیں اس گلستاں میں

غممہ زن ہے بہاروں میں بلبل
اور کبھی چشم نم ہے خزاں میں

عبدیت کا توازن ہے قائم
صبر سے شکر سے اس جہاں میں

دونوں مرکب سے چل کر کے ساک
جا پہنچتا ہے باغ جناں میں

ہے خوشی یاں تو غم بھی ہے اے دل
ایک حالت نہیں اس جہاں میں



ہاں مگر ان کا اک ذرہ عنم
بہر نفس مست رکھتا ہے جاں میں

کھینٹ پایا ہے دونوں جہاں کا
میں نے عاشق کے دردِ نہاں میں

آب و گل میں اگر دردِ دل ہے
عالمِ خاک ہے آسماں میں

ان کی یادوں کے صدقے میں اختر
پُرسکوں زندگی ہے جہاں میں



نقشبِ لازندگی

خوبرویوں سے ملا کرتے تھے میر
اب ملا کرتے ہیں اہل اللہ سے
مت کرے تحقیر کوئی ہمیں کی
رابطہ رکھتے ہیں اب اللہ سے

فدا ان پر وہ لمحہ جاں کو

نہیں پائے گا جو زخمِ نہاں کو وہ کیا جانے گا پھر آہ و فغاں کو
 ترستا ہے وہ تاشیرِ بیاں کو نہ پائے جو محبت کی زباں کو
 نہ پاؤ گے حسد کی بندگی سے جو حاصل ہے گروہِ عاشقان کو
 مٹا دے نفسِ امارہ کو لے دل اٹھا دیں گے حجابِ آسماں کو
 یہ ہے ہر لمحہ فدا میں محبت فدا ان پر کرو ہر لمحہ جاں کو
 نہ پاؤ گے کبھی حبا میں محبت نہ ڈھونڈو گے اگر پیہرِ مغناں کو
 غما ہوں سے نہ باز آئے اگر تم عطا نسبت نہ ہوگی قلبِ جاں کو
 جو صحرا میں ہے سناٹے کا عالم کہاں حاصل ہے یہ خوں گلستاں کو
 فدا و فدا مجھے توفیق دے دے فدا کروں میں تجھ پر اپنی جاں کو
 گنہگاروں کے اشکوں کی باندی کہاں حاصل ہے خستہ کمکشاں کو



کبھی رابطہ آہ سحر سے

کبھی تو درد دل، درد جگر سے
 نہ ہو دل میں تری یادوں کا جلوہ
 نہیں محتاج درد دل زباں کا
 اگر تو چاہتا ہے ان کی منزل
 ملا ہے جب سے لطف آہ صبرا
 خدا کے نور ہی سے دل ہے روشن
 اگر طوفاں کی زد میں ہے سفینہ
 ہر اک مجبور ہے آہ و فغاں پر
 زباں سے تو بیاں کرتا ہے لیکن
 چھپاتا ہے وہ اپنا درد نسبت
 کبھی ہے رابطہ آہ سحر سے
 تو پھر کیا فائدہ شمس و قمر سے
 وہ خود ظاہر ہے اپنی چشم تر سے
 بچل خوف اگر، خوف مگر سے
 کہاں وہ ربط ہے پھر اپنے گھر سے
 ستاروں سے نہ نور شید و قمر سے
 دُعا مانگے ندائے بحر و بر سے
 بیاں کرتا ہوں جب زخم جگر سے
 ہوئی نسبت کی بارش بھی نظر سے
 مگر مجبور ہے اپنی نظر سے

جو ان کی یاد سے غافل ہے خیر

ملے گا کیا اسے شام و سحر سے



(جنوری ۹۳ء - جنوری فریٹ)



میں پوچھوں گا شہیدوں کے لئے

کوئی پوچھے گلوں کے رنگ و بو سے
میں پوچھوں گا شہیدوں کے لہو سے
وفا کی راہ مت پوچھو حسد سے
مگر عاشق کی راہ جستجو سے
ملی تاثیر بھی آہِ حسد کو
کیا ہے رابطہ جب حق و حقو سے
نہیں ہوتی ہے تکمیلِ محبت
مگر اے دوستِ خونِ آرزو سے
محبت ہو خدا کی یا نبی کی
کوئی سیکھے صحابہ کے لہو سے
کہاں لگتا ہے دل ان عاشقوں کا
انہیں مطلب ہے اپنی باہ و حقو سے
نہ پنچپ منزلِ عشقِ خدا تک
لگایا جس نے دل کو غمیرِ حقو سے
اگر رہنا ہے آخرتِ ان کا بن کر
لگانا دل نہ فانی خوب رو سے



نئے دم عطا ہو رہا ہے

جو ہر دم حسدا پر حسدا ہو رہے ہیں
 وہ فانی بتوں سے حسدا ہو رہے ہیں
 وہ حسد کن تو قوی تر ہے لیکن
 نئے حسد مومینا عطا ہو رہے ہیں
 کبھی قلب دے کر کبھی حسد دے کر
 روئے عشق میں با وفا ہو رہے ہیں
 خوشی اپنی اُن کی خوشی پر ٹٹا کر
 ہم اب اہل صدق و صومنا ہو رہے ہیں
 کبھی پنی رہے ہیں لہو آرزو کا
 بسٹا کر خودی با حسدا ہو رہے ہیں
 تجھے ہوں مُبارک یہ اشکِ ندامت
 نئے بابِ اُلفت کے وا ہو رہے ہیں
 یہ شانِ کرم ہے کہ نالایقوں پر
 کرم ان کے ہر دم عطا ہو رہے ہیں
 محبت کی آہستہ کرامت تو دیکھو
 کہ سلطان ہو کر گدا ہو رہے ہیں



مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دانا

ان کی جانب رفتہ رفتہ لے چلا
 میری کشتی کا مرا غم نہا خدا
 خون حسرت پنی کے وہ عشرت ملی
 عیش دو عالم ہوا جس پر خدا
 میری حسرت کی بہاروں کو نہ پوچھ
 اہل عشرت بن گئے میرے گدا
 سب کی عشرت دل سے باہر ہو گئی
 میری حسرت میرے دل میں ہے سدا
 بے وفا عشرت ہے یا حسرت ہے میر
 سوچ کر خود فیصلہ کر لو ذرا
 ان کی رحمت میرے پر سایہ فلکن
 خواجگی ان کی ہماری بندگی
 جو طسح پالیں تو ان پر رہ خدا
 خنجر تسلیم سے اے دوستو
 اہل ظالم کو خمبرہ سکی نہیں
 جو عشرت کو ہے جو عشرت عطا
 عشرتیں تو دشمنوں کو بھی ملیں
 عاشقوں کو اپنا غم نہا خدا
 ساری دنیا کے مزے فانی ملے
 غیر فانی مجھ کو تیرا غم ملا
 قبر کی جانب ہیں جن کی مسزلیں
 مستند ان کو نہ تو اپنا بنا
 دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
 دوستوں کو اپنا درد دل دیا
 ان کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
 مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا



آتشِ عنم کی ترجمانی ہے

حُسنِ فانی ہے عشقِ فانی ہے کون کہتا ہے جاودانی ہے
 وقفہ وقفہ سے آہ کی آواز آتشِ عنم کی ترجمانی ہے
 بجا بھروسہ مجازِ عالم کا عشقِ ان کا ہی غمِ فانی ہے
 راہِ تقویٰ کے عنم کا کیا کتنا دوستو! رشکِ شادمانی ہے
 خونِ حسرت سے آہ و نالوں سے اپنی دُنیا الگ بنانی ہے
 اپنی خوشیوں کے خون سے لے لے ل شمعِ ایمان کی حبلانی ہے
 آہ سے اور چشمِ تر سے آہ بھئی تمہیر بے زبانی ہے
 دردِ نسبت کی دوستو تمہیر ہر نفسِ دل کی پاسبانی ہے
 مشغلہ اہلِ دل کا لے ختمہ باغِ ایماں کی باغبانی ہے



پاگنی جان سلطان جاں کو

پائے گا جو بھی قطب زماں کو پائے گا جان میں جان جاں کو
 جانے کیا تاج سلطانت بھی لذتِ قربِ آہ و فغاں کو
 اپنے مالک پہ کر لو بھروسہ چھوڑ دو منکر ایس فکر آں کو
 جانیں کیا ماہ و خورشید و انجم جو دیا حق نے بندوں کی جاں کو
 پالسی کر کے ترک تمنا مطلعِ قربِ خورشیدِ جاں کو
 آہِ فیضِ اسلامی مرشد! پاگنی جان سلطانِ جاں کو
 دونوں عالم سے پاؤ گے بہتر لذتِ نامِ ربِ جہاں کو
 جانیں کیا اہل غفلت جہاں میں قربِ اہلِ محبت کی شاں کو

لذتِ آہِ صحرا کی نہتہ
 کیا خیر بلبل گلستاں کو



نکھتا ہے کہیں رنگ گلستانِ باغبانی

اگر پانی نہ پائیں گل یہ ابر آسمانی سے
نکھتا ہے کہیں رنگ گلستاں باغبانی سے

اسے لندن کے رنگ گل کی کچھ حاجت نہیں ہوتی
جسے ملتا ہے درد دل حسد کی مہربانی سے

نہ دیکھو ان نمک پاروں کو تم ہرگز نہیں دیکھو
کہ یہ تشنہ بسی جاتی نہیں نمکین پانی سے

نہیں برباد کرتا ہے وہ اپنے دیدہ و دل کو
ملی نسبت جسے قلبِ نظر کی پاسبانی سے

بہ فیض ذکر حق جو کیفیت ذکر دل میں پاتا ہے
کہاں ممکن ہے پائے گا وہ فانی گلشنانی سے

اگر دردِ محبت دل میں واعظ کے نہیں اختر
حقیقت پانہیں سکتے ہو اس کی خوش بیانی سے

(ہائے سے بیک برن جاتے ہوئے - ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء)



رضائے حق اپنی آرزو بہر وقت فانی ہو

کسی عاشق کی جب بھی داستاں اس کی زبانی ہو
تو اہل دل کے اشکوں سے نہ کیوں پھر قدر دانی ہو

اے تقویٰ کا اور نسبت کا پھل فنا یعنی ہے
مگر جس کے باغ دل میں اہل دل سے باغبانی ہو

جو درد دل سے اور آہوں سے اور شکوں سے منبری
کے شرحِ محبت پھر نہ کیوں جا دو بیانی ہو

ولایتِ اہل دل کی صحبتوں سے گو میسر ہے
مگر یہ شرط ہے قلب و نظر کی پاسبانی ہو

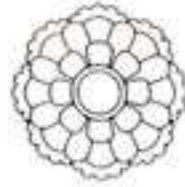
نہیں آساں ہے اسرارِ محبت کو بیاں کرنا
مگر واعظ کے دل کو بھی تو حاصلِ راز دانی ہو

بلا کرتا ہے دردِ دل بڑی خونِ تمنا سے
رضائے حق میں اپنی آرزو بہر وقت فانی ہو



فدا لیکن ہے اس ذرہ پہ ہفت اقلیم کی دولت
بصورت درد دل میں اگر درد نہانی ہو

ہزاروں غم اٹھائے جس نے ان کی راہ میں اختر
نہ کیوں پھر دکھ بھری لے دو ستو اس کی کہانی ہو



گرم بازاری عشق

اکھٹانے خون سے جب چشم تر کرتا ہوں میں
عشق کا بازار دل میں گرم تر کرتا ہوں میں
جب بتان حُسن سے صرف نظر کرتا ہوں میں
درد کی لذت سے راہ عشق سر کرتا ہوں میں
کر کے خون آرزو خون جگر کرتا ہوں میں
اپنی آہوں کا اثر یوں تیز تر کرتا ہوں میں
ہر قدم پر تاکہ مسلسل ہو حیاتِ نو مجھے
ہر قدم پر زیرِ خنجر اپنا سر کرتا ہوں میں



چمن ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی

چمن میں ہوں مگر آہ بیابانی نہیں جاتی
 یہ کیا آتش ہے آہوں کی مسدا دانی نہیں جاتی
 میں گلشن میں ہوں لیکن فیض ہے یہ شیخِ کامل کا
 کہ میرے قلب سے صُوتے بیابانی نہیں جاتی
 نہ جانے کتنی نہریں میرے دریا سے ہوئیں جاری
 مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
 رفو کرتا ہے دامن کو اگر چہ ان کا دیوانہ
 گریباں سے مگر چپکے گریباں نہیں جاتی
 مزاجِ عقل کو اُلفت ہے اپنے ساز و سامان سے
 مزاجِ عشق سے بے ساز و سامانی نہیں جاتی
 خود کہتی ہے باتیں مختصر کر اُن سے لے ناداں
 محبت کی مگر تمہید طولا فی نہیں جاتی
 نہیں کرتا ہے صدقِ دل سے توبہ جو گناہوں سے
 کبھی بھی مال میں اس کی پریشانی نہیں جاتی
 مرے دریائے اُلفت کا عجیب سا بل ہے لے انفر
 کہ ساہل پر بھی ان موجوں کی طغیانی نہیں جاتی

(ری یونین، ۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



کسی مخلص ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی

کسی مخلص کی ضایع کوئی قربانی نہیں جاتی
کسی کے قلب سے جو آہ پنہانی نہیں جاتی

اگرچہ معاف کر دیتے ہیں وہ اپنی محبت سے
مگر میں کیا کروں میری پشیمانی نہیں جاتی

بتوں کی بے وفائی کا کیا ہے تجربہ تو نے
مگر اے نفس پھر تجھی تیسری نادانی نہیں جاتی

ترا پچپن یہ پچپن میں مجھے حیرت ہے اے ناداں
بڑھاپے میں بھی تیری خوتے طفلانی نہیں جاتی

عجب رویش ہیں تیرے کہ گدڑی پوش ہو کر بھی
بہ فیض نور نسبت شان سلطانی نہیں جاتی

محبت میں کبھی ایسے بھی دن آتے ہیں اے اختر
کہ رونے پر بھی غم کی اشکبارانی نہیں جاتی

(لندن ۱۶ ستمبر ۱۹۹۳ء)



فہرست پر بھی شانِ سلطانِ نہیں جاتی

بھی گوشانِ دردِ دل کی پہچانی نہیں جاتی
رُحِ عارف سے لیکن شانِ تائبانی نہیں جاتی
زمانہ ہو گیا گلشن میں رہتا ہوں مگر پھر بھی
مری فطرت سے کیوں نچے بیابانی نہیں جاتی
ہزاروں شاخ میں تقسیم کر ڈالا محبت نے
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی
ہزاروں فتنہء دلکش میں ہوتے ہیں گھرے لیکن
جو ربانی ہیں ان کی شانِ ربانی نہیں جاتی
عناصرِ مضمحل پیری سے اہلِ اللہ کے بھی ہیں
مگر چہرہ سے ان کے پھر بھی تائبانی نہیں جاتی
اٹھا جاتا نہیں ہے بے سہارے پھر بھی یہ کیا ہے
کہ ان کے قلب سے مستی و جولانی نہیں جاتی



بظاہر فقر ہے دامن میں لیکن کیا ہے باطن میں
کہ جس سے پھر بھی ان کی شانِ سلطانی نہیں جاتی

گئے تھے بھول مرشد پھولپوری نام بھی اپنا
حضورِ حق میں اپنی ذات پہچانی نہیں جاتی

کہوں میں کس طرح سے شانِ ان اللہ والوں کی
لباسِ فقہت میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی

محبت کی کرامت میں نے اختر یہ بھی دیکھی ہے
لباسِ عقل میں بھی چاکِ دامانی نہیں جاتی

(ری یونین - ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



مجاز - ایک سراب

آہ میرے شباب کا عالم اور دل کے کباب کا عالم
تھا مگر سب سراب کا عالم لب دریا شباب کا عالم

بھسی کے در پہ تو یارب نہ ہنڈی جاتی یہ پیشانی یہ

بھسی حسرت کے سر سے اس کی حرمانی نہیں جاتی
کوئی بھجائے پھر بھی دل کی حیرانی نہیں جاتی
مگر دل کے تقاضوں سے جو توبہ کی کسی دل نے
تو دل سے قربِ ربانی کی تابانی نہیں جاتی
خدا کے فضل کا سایہ جنہیں حاصل نہیں ہوتا
یہ دیکھا ہے کہ ان کی نحوے شیطان نہیں جاتی
پہ فیضِ مرشدِ کامل بلا جو فضلِ حسانی
تو پھر اس نفسِ امارہ کی کچھ مانی نہیں جاتی
بتوں کی بے وفائی کا ہوا ہے تجربہ تجھ کو
مگر اس تجربہ سے تیرے نادانی نہیں جاتی



حسینوں کی رنگا ہوں میں کسی کی پارمانی سے
بہ حب و عشق نفسانی پشیمانی نہیں جاتی

خرد نے گو کیا ہے میرے دامن کو رفوہر دم
مگر کیوں عشق کی یہ چپکان امانی نہیں جاتی

گناہوں پر ندامت سے یہ توبہ کی کرامت ہے
کتابت سے کبھی ان کی مہربانی نہیں جاتی

ہمارا مرکز امید رحمت آپ کا در ہے
رکھی کے در پہ تو یارب یہ پیشانی نہیں جاتی

مرے دل کو جو بخشی تو نے آہوں کی فراوانی
مگر ماسدے مے سیرمی آہ پہچانی نہیں جاتی

مرے مالک کرم سے آپ نے جس پر نگہ ڈالی
پھر اس کی بندگی سے شان ربانی نہیں جاتی

کجھی مشکل میں بھی پڑتا ہے خستہ تو بھگت مند
خدا کے فضل سے امید پنہانی نہیں جاتی



(بدنعت شب ۲۰۔ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ، ۲۶ اگست ۱۹۹۶ء کراچی)



مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیے
غم تمہارا دل ہمارا چاہیے
بجز اُلفت کا کتنا چاہیے
سر ہمارا در تمہارا چاہیے
غم میں بس ان کو پکارا چاہیے
ان کے ہوتے کیا سہارا چاہیے
لذت فریاد طوفانوں میں ہے
کون کہتا ہے کتنا چاہیے
ماہل ساحل مجھے طوفاں میں ہے
تیرے جلوؤں کا نظارہ چاہیے
اپنی آہوں سے در جاناں پہ میر
اپنی بگڑھی کو سنوارا چاہیے



آپ پر ہر دم سدا ہو میری جاں
 غمیر کی مجھ کو نہ پروا چاہیے
 دست بکشا جانب زنبیل ما
 میرے سر کو تیرا سودا چاہیے
 آہستہ رختہ و دور افتادہ کو
 ان کی رحمت کا بلاوا چاہیے



گریہ رکار

بعض منانی و مردہ لاشوں پر
 میر کو پڑتے مناتھہ دیکھا
 اور ان اشک ہائے الفت کے
 ضایع ہونے کا سانحہ دیکھا



نعرۂ ستانہ مارا چاہیے

زندگی کو یوں گذارا چاہیے نعرۂ ستانہ مارا چاہیے
 آہ و نالوں کا سہارا چاہیے اور کوئی غم کا مارا چاہیے
 فرط غم سے جس کے دن کٹتے نہ ہوں مجھ کو ایسا ماہ پارا چاہیے
 ہر نفس پیستا ہو خون آرزو ایسا دیوانہ حنرا چاہیے
 قتل کرتی ہو جسے شمشیر عشق ہاں شہید زندہ ایسا چاہیے
 اب تو تنہائی سے گھبراتا ہے دل کوئی عشرت غم کا مارا چاہیے
 غم کے دو مارے کہاں نالہ کریں کوئی دریا کا کتارا چاہیے
 کلتاں ہو یا بیباں ہو مگر تیرے ہی غم کا سہارا چاہیے
 حسرتوں سے بھاگتی ہے کائنات میری حسرت کو پکارا چاہیے
 سارا عالم روکش عشرت ہوا میری حسرت کا نظارا چاہیے
 زندگی جو زندگی سے دور ہو
 دل میں اس کے تھیر مارا چاہیے

سے حسن باطنی رکھنے والا یعنی صاحب نسبت، اللہ والا۔



جان دی میں نے اُن کا نام پڑا

جان دے دی میں نے اُن کے نام پڑا
عشق نے سوچا نہ کچھ اُن کا نام پڑا
میر مت مرنا کسی گلشن نام پڑا
خاک ڈالو گے انہیں اجسام پڑا
رشک سب کرتے ہیں اس کا نام پڑا
جی رہا ہوں میں تمہارے نام پڑا
تُف ہے یارو طالبِ اکرام پڑا
میں فنا ہوں عاشقِ بد نام پڑا
لڑ ہے ہوان سے کیوں دشنام پڑا
بختنا پردہ ہے تمہارے کام پڑا
کیا تعجب ہے ترے دشنام پڑا
اور کیا برے گا اس بد نام پڑا
کیوں فنا ہے میر تو آرام پڑا
عشق ہوتا ہے فنا آلام پڑا



تقدیر بدل جاتی مضطر کی دعا سے

کشتی کا ناسخ دابھی ہے مشغول خدا سے
 پالا پڑا ہے کیا اسے طوفان بلا سے
 نشتا ہوں شبِ روزیہ موجوں کی صدا سے
 غالب ہے قضا ہم پہ تری آہ و بکا سے
 ماہی جو کرے نالہ و منریاد خدا سے
 ممکن نہیں دوچار ہو محشر میں سزا سے
 مایوس نہ ہوں اہل زمیں اپنی خطا سے
 تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دعا سے
 جب تک کہ نہ ہو آشنا تسلیم و رضا سے
 زاہد کو مزہ آئے گا کیا اس کی جفا سے
 پاتی ہے نظر ذوق نظر میری ندا سے
 پاتا ہے جگر زخم جگر میری نوا سے
 او بے خبر و بدگماں! رندوں کی وفا سے
 دیوانہ اگر پھرتا ہوں میں تیری بلا سے
 پروردہ نعمت کو بھی اس راہ جفا سے
 اختر تجھے مانوس بنانا ہے دعا سے



تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم
جانے کیا پاگتے جان عالم سے ہم

صبح گلشن نہ ہو کیوں مری شام غم
غم ہی میں پاگتے آپ کو بھی تو ہم

بہن خنداں بگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

میرا مقصود ہرگز نہیں کیف و کم
تیری مرضی پر سر میرا تسلیم غم

ہو رہا ہے ترا درد کیوں بیش و کم
راز دار محبت سے پوچھیں گے ہم

تھمتے تھمتے اگر اشک جاہیں گے تھم
آتشِ عنم مرے دل میں ہوگی نہ کم



اپنے مالک کو رضی کریں خوب شام

جس کے دل میں نہیں ہے ترا درد و غم
ہو کے انساں نہیں جانور سے وہ کم

دوستوں کو تم کچھ مری داستاں
ایک دن پھر نہیں ہوں گے دنیا میں ہم

خاک تن میں نہیں ہے اگر درد دل
کوئی قیمت نہیں خاک ہیں صرف ہم

دو جہاں میں کوئی میری قیمت نہیں
ہاں اگر آپ کی ہو نگاہِ کرم

صحبتِ اہل دل سے ملا دردِ دل
ورنہ پاتے کہاں سے یہ دولت بھی ہم

دردِ دل سیکھنا ہے اگر دوستو
ساتھ میرے رہو پھر کھائیں گے ہم



سارے ارض و سما اور شمس و قمر
دیکھ کر پانگے اپنے حنا الق کو ہم

دل کے ملنے کی ہے بات کچھ اور ہی
ساتھ رہتے ہیں گو ایک مدت سے ہم

سختیاں شیخ کی ہیں فنا کے لیے
مت سمجھ مت سمجھ اس کو ہرگز ہستم

اختر بے نوا کی صدائیں سنو
اپنے مالک کو رنہی کریں خوب ہم

(ری زمین ۹۲ء)



دستگیری حق

مہربانی سے دستگیری کی داستاں سن مری فقیر می کی
تھک گیا جب بھی راہ میں اختر لاج رکھ لی ہے اس نپے پیری کی

کراچی سے لندن جاتے ہوئے طیارہ میں ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ ۱۳ ستمبر ۹۵ء

عشق جب بے زبان ہوتا ہے

عشق جب بے زبان ہوتا ہے رشکِ صد ما بیان ہوتا ہے
 سُر بوقتِ سجد عارف کا فوقِ ہفت آسمان ہوتا ہے
 دردِ دل کا زبانِ بمل سے آہ کیسا بیان ہوتا ہے
 فیضِ مُرشد سے ہو گیا محروم جب کوئی بدگمان ہوتا ہے
 جو محافظ نہیں نظر کا آہ! زیرِ تیر و کمان ہوتا ہے
 کیسے پائے گا قرب کی منزل جب کوئی وقفِ نان ہوتا ہے
 دیکھ لو شانِ فیضِ پیغمبرؐ شتر باں حکمران ہوتا ہے
 منزلِ قرب سے جو گذرے گا مسندوں کا نشان ہوتا ہے

سارا عالم کرے گا کیا خیر

جس پہ حق مہربان ہوتا ہے



درد دل کا امام ہوتا ہے

جذب جس کا امام ہوتا ہے
دل سے ان کا سلام ہوتا ہے
جس کا رہبر نہ ہو تو پھر اس کا
دوستو درد دل کی سجد میں
یہ کرامت ہے شیخِ کامل کی
رائیگاں آہ تو نہیں ہوتی
کار فرما تو لطف ہے ان کا
عالمِ غیب کے ہیں جام و سبو
مگر نہ ہو دوستو کرم ان کا
اشکباری پہ فضل باری ہو
مگر مرنے نہ ہو کوئی اس کا
ذکر و تقویٰ کے نور سے خستہ

راہ میں تیسرا گام ہوتا ہے
عشق جس کا امام ہوتا ہے
نفس بھی بے لگام ہوتا ہے
درد ، دل کا امام ہوتا ہے
فیض طالب کا عام ہوتا ہے
فضل اس پر بھی تمام ہوتا ہے
ہم عنلاموں کا نام ہوتا ہے
جام ان کا ہی جام ہوتا ہے
عمر بھر عشقِ خام ہوتا ہے
تب کہیں جا کے کام ہوتا ہے
عشق بھی بے نظام ہوتا ہے
نور نسبت تمام ہوتا ہے



گر خدا چاہے تو پہلے عاقل برابر ہو

عشق کالے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبعِ سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنتِ نبوی سے دل سرشار ہو
نورِ تقویٰ سے سراپا حایل انوار ہو

عاشقِ کامل کی بس ہے یہ علامتِ کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سربکف تیار ہو

عشقِ سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبتِ مُرشد سے نسبت تو عطا ہو گی مگر
اجتنابِ معصیت ہو ذکر کی تکرار ہو

عشقِ کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو، بے گانہ غمبار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مرثا دیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو



اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہوگا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضل خاص
دُم میں وہ ذوالنور ہوگا گرچہ وہ ذوالنار ہو

عمر بھر کا تجربہ خستہ کا ہے یہ دوستو
مگر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو



فیض کسب کا عمل

مری رسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفس امارہ کا چہت ہونا
تیری تدبیر الہامی نے اس کا سر کھل ڈالا

رحمت کا تری سر پہ مرے آبتار ہو

سجدہ میں سر ہو چشم بھی یوں اشکبار ہو
رحمت کا تری سر پہ مرے آبتار ہو

غالب نہ نفس پر کبھی شہوت کی نار ہو
دل میں نہ مرے غیر کا کوئی بھی حار ہو

میرے لبوں پہ ذکر ترا بار بار ہو
پھر دل بہ فیض ذکر مرا پڑ بہار ہو

ہم سب کو تیری یاد سے حاصل قرار ہو
دل بھولنے سے تجھ کو بہت بے قرار ہو

ہر اک عینا سے مجھے یارب فسار ہو
یک لمحہ عاصیوں میں نہ میرا شمار ہو

بستی ہو یا چمن ہو کہ وہ کو ہمار ہو
جاؤں جدھر بھی دل مرا تجھ پر نثار ہو

اپنے کرم سے بھیک مجھے منفرت کی دے
بندہ ترا مشر میں نہ یہ شرمسار ہو



یا رب ترے کرم سے یہ کچھ بھی نہیں بے
رحمت بروز حشر تری بے شمار ہو

عاصی اگر ہو متقی ترکِ گناہ سے
پھر تاجِ ولایت کا وہی تاجدار ہو

یا رب فدا ہو تجھ پہ اس آنتہ کا ہر نفس
توفیقِ ایسی آپ کی لیل و نہار ہو

﴿ذوالکرم ۱۴۱۲ھ کو لکھی﴾



زندگی کے دو رخ

گئی وہ بھول جمالِ رخِ مہ و انجم
مری نظر جو رخِ آفتاب سے گزری
یہ کائنات اسے تنگ تھی بہ اینِ سمعت
کوئی حیات جو اس کے عتاب سے گزری

جامِ مہینا کی منہ سداوانی

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
ترک کرتا ہے کارِ شیطانی
دوستو دردِ دل کی دولت کو
دل میں پاتے ہیں صرف ربّانی
حاصلِ دردِ اہلِ نسبت کو
خلق کہتی ہے دل سے یزدانی
شیخِ کامل سے جو ہے مستغنی
پائے گائے کیے نعلِ رحمانی
فسق کرتا ہے دُور منزل سے
پیرِ تیرا ہو گر چہ لاشانی
فیضِ مُرشد کی یہ کرامت ہے
کوئی رومی ہے کوئی خاقانی
مست رکھتی ہے سارے عالم سے
دل میں لذتِ دردِ پنہانی



کیا عداوت ہے اس کے بیٹے میں
 جس کو ملت ہے جامِ عرفانی
 میر میرے دل شکستہ میں
 جام و مینا کی ہے نر وانی
 رنگ دیکھو تو بزمِ عارف کا
 کیسی مستی ہے کیسی جولانی
 رشک کرتے ہیں اہلِ ساحلِ سب
 دیکھ کر موجِ دل کی طغیانی
 زند پاتا ہے حنا تھا ہوں سے
 اپنے ایماں میں کیفِ احسانی
 جب ملا دردِ خونِ حسرت سے
 کیا کموں اس کا ذوقِ ایمانی
 صحبتِ اہلِ دل کی برکت سے
 دل میں خستہ ہے کیسی تابانی

(کراچی۔ شب ۱۳۔ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ)



میں نے غم بھی بہت اٹھائے میر

داغِ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
قلب میں جس کے جب وہ آئے ہیں
اپنا عالم الگ سجائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بہت اٹھائے ہیں

خسبِ مانی کے پکروں میں میر
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکلِ بگڑی تو بجاگ نکلے دوست
جن کو پہلے منزلِ منائے ہیں

منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے آخرت
فضل کا آسرا لگائے ہیں



اُرڈکیا رنگ حُسن فانی کا

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
 کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے
 بل گئے خاکِ قبر میں کتنے
 یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
 میرا ب دل کو کس سے بہلائے
 دل لگا بس خدا سے اے ظالم
 شیخِ کامل کے فیض سے دل ہے
 خاکِ تن کو عطا ہو ان کا غم
 حال دیکھو تو اللہ والوں پر
 سُن لو قصہ زبانِ اختر سے
 ہے لقب آج مانا فانی کا
 کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
 ناز تھا جن کو زندگانی کا
 جب کھلا حال دار فانی کا
 اُرڈکیا رنگ حُسن فانی کا
 خوفِ کرموت ناگہانی کا
 حاملِ کینہِ جدا دانی کا
 ہے وصلہ ان کی مہربانی کا
 مستیِ خمیرِ آسمانی کا
 اس کے دل کے غم نہانی کا



ہے عجم اس کا پھر مدینے پڑ

میرزہ ہتاتھا جو نگینے میں
دیکھو بیٹھا ہے کس سینے میں
زندگی گرفتار ہے مالک پر
کیا علاوت ہے اس کے سینے میں
بے بیانی بھی ہے بیاں اس کا
درد نسبت ہے جس کے سینے میں
ہے خفا جس سے پالنے والا
کوئی بیٹا ہے اس کا سینے میں
دوست و سب کرم ہے مالک کا
خوبیاں کیا ہیں اس کیلئے میں
راہ سُنّت پہ جو چلے اُختہ
ہے عجم اس کا پھر مدینے میں

(ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو لکھی)

لے مُرادِ احقر ہے جس کا وطن نگینہ ضلع بجنور ہے۔ احقر اس نعمتِ عظمیٰ کا اگر ساری عمر کوڑوں بارشکر
ادا کرے کہ حضرت والا مجھ جیسے ناپاک کو اشعار میں مخاطب فرماتے ہیں تو حق شکر ادا نہیں ہو سکتا۔
(فردوسِ دہلی، نمبر پنجم، دہلی، ۱۹۰۵ء) (احقر میر عفا اللہ عنہ)



میرزا نہ حسن فانی پر

میرزا نہ حسن فانی چہر
حسن فانی کے رنگ فانی پر

جس کا پانی بدلنے والا ہو
میرزا نہ ایسے پانی پر

ہے گلستاں میں جس سے شادابی
ہوں خدا اس کی باغبانی پر

جو جوانی خدا پر ہو
میں ہوں مستربان اس جوانی پر

دل خدا اپنے رب پہ کراختر
کھر بھروسہ نہ زندگانی پر



خاک پر نزلِ آسمان مل گئی

نصرتِ روضِ شوق بُستاں مل گئی قربتِ صاحبِ آسماں مل گئی
 نسبتِ اولیائے زمانے مل گئی دولتِ فیضِ پریرِ مفاں مل گئی
 ان کی یادوں کی آہ و فغاں مل گئی دوستوں! دولتِ دو جہاں مل گئی
 راہ میں صحبتِ ہر سہراں مل گئی خاک پر نزلِ آسماں مل گئی
 دامنِ کوہ میں دامنِ فست میں لذتِ قربِ سلطانِ جاں مل گئی
 مل گئی جب سے توفیقِ ذکرِ خدا روج کو راحتِ دو جہاں مل گئی
 ربطِ گلشن کی کیا یہ کرامت نہیں دشت میں راحتِ آشیاں مل گئی
 ان کی خاطر اٹھایا جو حسرت کا غم روج کو عشرتِ دو جہاں مل گئی

صحبتِ شیخِ کامل سے اختر کو بھی
 لذتِ راہِ رب جہاں مل گئی

ریونیون ۲ ستمبر ۱۹۹۳ء

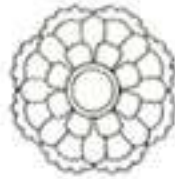


آکا و نالوں سے مٹ گئے ظلمات

آکا و نالوں سے مٹ گئے ظلمات ان کی یادوں سے مل گئے نغمات
 ہر نفس میرا ان سے باتیں ہیں ان کے عاشق کے ہیں یہی وجہات
 غیر فانی بہارِ عشرت ہے تلخ حسرت کے ہیں یہی ثمرات
 میرے کہتے ہیں سرد آہوں پر گرمی و وصل کی ملی سوغات
 کس قدر تمنائیاں ہیں غیروں میں کاش اپنوں میں رہتے ہم ہیسات
 مرنے والوں پہ مرنے والوں پر سینکڑوں غم ہیں سینکڑوں آفات
 کاش مرتے ہم اپنے خالق پر اور پاتے ہم ان سے انعامات

مارشوت کو نورِ حق سے بجھا

پیرِ رومی کے ہیں یہ ارشادات



وہی لمحہ بہا زندگی ہے

غم پہنہاں مستعار زندگی ہے
رموز عاشقی و بندگی ہے

مری آنکھوں کی ٹھنڈک حباں عالم!
تری چوکھٹ پہ سدا گزندگی ہے

متاع ہر دو عالم اس کو حاصل
جسے حاصل کمال بندگی ہے

موانع نذر ہیں دست جنوں کے
بڑے ہی کام کی دیوانگی ہے

اُربیرگانگی ہے تجھ کو گل سے
چمن میں بھی تجھے افسردگی ہے

جو ان کی یاد میں گذرا ہے خستہ
وہی لمحہ بہا زندگی ہے



رشک کرتا ہے زیر پر آسماں

کیا کہوں میں دردِ دل کی داستاں جس کی برکت سے مٹی آہ و فغاں
 ہو مبارک تجھ کو اے آہ و فغاں ان کی جانب سے کرم پایا عیاں
 جب سنو گے داستانِ عاشقاں پھر ملے گی تم کو بزمِ دوستاں
 دوستو یہ دردِ دل کا بوستاں ہے عطاءے دوست بہرِ دوستاں
 جب زمیں پر روتے ہیں مستغفراں رشک کرتا ہے زمیں پر آسماں
 سیکڑوں جاں کی ہے بارشِ ہر زماں ایسی جاں پر جو خدا ہو تجھ پہ یاں
 جب بھی دیکھا ہے سکوتِ عاشقاں ان کی خاموشی ہے رشکِ صد بیاں
 جس کے آبِ و گل میں دردِ دل نہ ہو جہمِ حنا کی ہے فقط اے دوستاں
 دل مرا مضطر ہے تیرے لیے ہے یہی بس حاصلِ ہر دو جہماں
 جب سے تیرا غم ملا ہے اے خدا رہتا ہے ہر وقت خستہ شادماں

(جنوری افریقہ ۲۸ شبان ۱۳۱۳ھ - ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء)



تم نے دیکھی برکت آہ و فغاں

اہل ظاہر مبتلائے این و آں
قلبِ عارف عاشقِ ربِّ جہاں

ہیں سلامت اہلِ دل کی کشتیاں
تم نے دیکھی برکتِ آہ و فغاں

جس نے وہی غمِ خدا پر اپنی جاں
عمر بھر پایا اسے نوحہ کناں

بے اثر ہے اہل ظاہر کا بیاناں
بے زباں عاشق ہے رشکِ صہبیاں

ہاتھ پھیلائے کھڑے درپر ہیں یاں
مکرنہ حسالی ہاتھ واپس شاہِ جاں

دوست یادِ دوست میں گریہ کناں
عرشِ عظیم پر ہے ساکن اس کی جاں

آپ کا بے حد ہے اختہ پر کرم
ورنہ یہ گھر آپ کا اور میں کہاں

(۵) رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ ہجری



صحبتے با اہل دل با عاشقیاں

طاہر خستہ کا خستہ آشیاں
کیوں حسد ہے اس سے تجھ کو باغباں
جو نظر اپنے عذابِ ظلم پر
لگ نہ جائے آہ! آہ بے کساں
طاہر مسکین کو گلشن میں نہ چھیڑ
سنگِ دل کچھ سن بھی فریاد و فغاں
جو نہیں ڈرتا ہے اپنے ظلم سے
اس کو پایا ہم نے ہر دم سرگراں
روئے زرد و آہِ سرد و چشمِ تر
دوستو یہ ہے نشانِ عاشقیاں
دردِ دل کے واسطے دربانِ دل
صحبتے با اہل دل با عاشقیاں
جو بھی خستہ صاحبِ نسبت ہوا
اُس کو پایا ہم نے ہر دم شاداں
دیکھ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ نیوزی،



حسرتوں کی پیرول بہت مہماں

حسرتوں کے زخم سے ہے خوں رواں
عشق کا ہوتا ہے یوں ہی امتحاں
میرے خون آرزو کا یہ سماں
رو رہا ہے دیکھ کر کے آسماں
ہیں زمیں پر ایسی بھی کچھ ہستیاں
رشک جن پر کرتے ہیں کروہیاں
جس جگہ گرتا ہے خون آرزو
لے نہ لے بوسہ کہیں خود آسماں
بستیاں حسرت زدوں کی دیکھ لو
ان کی ویرانی میں ہے جنت نہاں
حسرتوں کے زخم سے ہے خوں رواں
اب نہ لو یارو ہمارا امتحاں
عشرتیں خستہ ہیں دل سے دُور دُور
حسرتیں دل کی ہیں دل میں مہماں



چشمِ ترعرہِ حُجُو پاکِ گریباں پایا

عشقِ آہنِ م سے ہر دل کو پریشاں پایا
شکلِ بگڑھی تو انہیں سختِ پشیمان پایا
ذکر کے فیض سے دل رشکِ گلستاں پایا
اور غفلت سے گلستاں کو بیاباں پایا
رہِ تقویٰ کے غموں سے نہ تو گھبرا سکا
نفس کو عنم ہو کر روج کو شاداں پایا
نفسِ دشمن کے غموں سے جو تو گھبرائے بے
لذتِ عشقِ خدا سے تبھے ناداں پایا
جس نے مرشد سے لیا خونِ تمسکِ سابق
اس کے دل میں ہمہ دم جلوۂ جاناں پایا
بگیا کہوں آہ وہ مرشد تھا مرا کیا خستہ
چشمِ ترعرہِ حُجُو پاکِ گریباں پایا



(کراچی - ۱۲، ریجیٹ الاؤل ۱۳۱۷ھ برقت تین بے شب)

دعوتِ حق کو واسطے دوستاں ملی

عشقِ بتاں کے کرب سے کلفت دو جہاں ملی
ذکرِ خدا کے نور سے فرحت دو جہاں ملی

اے مرے خالق جہاں تجھ پہ فدا ہو میری جاں
لذتِ ذکر سے ترے راحت دو جہاں ملی

جو بھی خدا ہے دوستو! خالقِ کائنات پر
اس کی خزاں میں بھی مجھے خوشبو سے بوستاں ملی

دیکھ کے میری چشمِ تراشن کے ہماری آہ کو
ان کو ہمارے عشق کی مفت میں داستاں ملی

آپ کی یاد اے خدا حاصلِ کائنات ہے
آپ کے نام سے مجھے نعمت دو جہاں ملی

انتر بے نوا کو بھی تیرے کرم سے اے خدا
دعوتِ حق کے واسطے مخلص دوستاں ملی

(ری یونین، ۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۲ء)



اثر ظاہر ہوا الا سحر کا

ہے بدلائگ دشمن کی نظر کا
اثر ظاہر ہوا آہ سحر کا

وہ آ کر میرے مجھ سے پوچھتے ہیں
میاں کیا حال ہے درد بگر کا

برنگ فقے تو میں نے پوچھا
کہاں ہے نور خورشید و مگر کا

ہوئی سی وہ صورت سامنے ہے
بھی شہرہ تھا جس کے کروندر کا

پڑا پالا ہے عشق بُتوں سے
نہ پوچھو خون دل خون جگر کا

لو تو با کے اہل درد دل سے
عجب ہے کیف واں شام و سحر کا

سکون قلب ہے انعام اختر
حسینوں سے میاں صرف نظر کا



نہ کر توہین تو نہ تاثیر آہ بے زبانی کی

جسے بخش ہے دولت حق نے اپنی رازدانی کی
محبت ہو نہیں سکتی اسے دُنیا سے فانی کی

بدلتا ہے کبھی جغرافیہ ایسا حسینوں کا
کہ تاریخیں بدل جاتی ہیں جس سے حُسن فانی کی

جنازہ حُسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
سنوں کیا آہ ان کی داستاں عہد جوانی کی

میں اب تاریخ ان کے حُسن کی کس طرح دہراؤں
نہیں وقعت ہے کوئی حُسن فرست کی کہانی کی

نہ ہوتا بدگماں ناداں کبھی اہل محبت سے
جو ہوتی آگہی ظالم کو کچھ درد نہانی کی

رہا تا عمروہ محروم اہل دل کی صحبت سے
کہ جس نے کبر کے باعث ہمیشہ بدگمانی کی



ہزاروں بستیاں ویران ہیں از آہِ مظلوماں
نہ کر توہین تو تماشیر آہِ بے زبانی کی

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دوا اول سے
کمرے ہے جب تو دکتور بھی دکتور شمانی کی

بدون صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخ اول جب تو کر شیخ شمانی کی

ہمارے پھول پھل جو دیکھتے ہو دیکھنے والو
ہمارے شیخ نے اختر کے دل میں باغبانی کی

(ری یونین - ۱۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



سین تن کو دے کر سینِ حباں خرید
تن دفن ہے لحد میں جاں ہے فلک پہ تاباں
اس تن میں کیا دھرا ہے اک دن لے فنا ہے
اس جان و تن کو لے کر چل میر سوتے جاناں

خوب کنڈریں گئے تیرے لہلہ پہل و نہا



مجموعہ اکرام ۱۴۰۵ھ کو حضرت والا بیض خاص اجاب کی دعوت پر
منڈو جام تشریف لے جایا ہے۔ یہ اشعار ریل میں وارد ہوئے۔
احقر میر عفا اللہ عنہ



خُن سے جس کے میر تھے سرشار
اس کی صورت سے اب ہیں کیوں بے زار

عشق و فانی کے لطف خواب ہوئے
سر پہ ہے بار معصیت کا سوار

ان کی نظروں میں میر ہیں رسوا
دین و ایماں کیب تھا جن پہ نیشار

میر رہتے ہیں عشق کے بیمار
مجھ کو پاتے ہیں اپنا وہ تیمار



ان بُتوں کو نہ دیکھ تو زہن سار
عقل کھو دے گا ورنہ تو لے یار

عشق لے چل بجان بصر
حُسن والوں سے قلب ہے بے زار

مے کدہ میسر کا ہے مُنڈ و جام
اور صحرا وہاں کا ہے گل زار

میر آفت ہے صورت کلف نام
ترک صورت کر د یہ ہیں سب حسار

ایسی عشرت کہ جس سے ہو کلفت
اپنی حسرت ہے اس سے بہت یار

خار کھاتے ہیں میسر کیوں گل سے
دے گی کمی ان کو واد می پُر خار

جب ملے حلال کی پٹی لے
پڑ نہ پیچھے حرام کے زہن سار



چند حسرت بھرے دلوں کے ساتھ
خوب گذریں گے تیرے یل و نہار



بریل میں جب یہ اشعار حضرت والا تحریر فرما چکے تو اصرار نے پرچہ لینے
کے لیے ہاتھ بڑھایا تاکہ پڑھ سکوں تو حضرت والا نے اپنا دست مبارک
بھیچ لیا اور جہستہ یہ شعر فرمایا۔

دستِ درازِ میرہ کو اس نے قلم کیا
پائیں گے میر کس طسح زلفِ دراز کو

بھان ائمہ! حضرت والا کا یہ خاص اندازِ تربیت ہے جو محبت آمیز اور محبت سے لیس رہتا ہے
ہوتا ہے اور حضرت والا کے مزاجِ محبت کا عکاس ہے جس کی برکت سے اہل محبت سالکین
کے قلوب دنیا سے مجاز سے مستغنی ہو کر حقیقی سے سرشار ہو جاتے ہیں۔
(احقر میر عطاء اللہ عتہ)



تفاحِ مومن

یہ زمین و آسماں شمس و قمر
میری خاطر ہے جہان بھر و بر
ہے مے ہی واسطے ان کا وجود
میں نہ ہو گل ہوں گے یہ نیر و ذر



میرے نظریوں میں

میرے آؤ بھی کلمتہ نزاروں ہیں
ہے کہاں چین بے قراروں ہیں
اک حسیں ہو تو دل سے دے دوں
سخت مشکل ہے ان ہزاروں ہیں
خون ارماں سے قلب رنگیں کر
میرے کہا ہے کیا نظاروں ہیں
ایک پل کو سکون نہیں ملتا
دیکھ بے بل کو ان ہزاروں ہیں
اپنے قلب و نظر بچا لینا
کون جیتتا ہے ان سہاروں ہیں
دل حسدا پر فدا کروا خستہ
کچھ نہیں عارضی ہزاروں ہیں

سے مراد اہل اللہ ہیں



رب دیا ہے کوہِ گلشن

جو حیس کل تھے رونق گلشن
لگ رہے ہیں وہ آج دشتِ دمن

میں فدا قلب و جاں سے ان پر ہوں
بہن کی صحبت سے دل ہوا روشن

رب ہے کافی مری حفاظت کو
لاکھ چاہے بُرا اگر دشمن

مگر حفاظتِ نظر کی اے ظالم
کر۔ ویران قلب کا گلشن

حُسنِ منانی ہے گر نہ مانے تو
حُسن کو حبا کے دیکھ در مدفن



یاد ان کی ہے چشم بھی ہے نم
لب دریا ہے کوہ کا دامن

مری قیمت کا میر کیا کہتا
ہاتھ میں گر نبی کا ہو دامن

راہ حق کا ہر ایک خار اختر
ریشک ریحان و سنبل و سوسن

(ہفتہ، محرم الحرام ۱۴۱۵ھ - بن گران ضلع، پنج آواز کشمیر)



انجام عشق مجازی اور عشق حقیقی

جہاں رنگت بویں رنگ گونا گوں کا منظر تھا
مگر ہر اہل رنگت بو کا حال رنگت ابر تھا
نظام رنگت بو سے ہو کے جو مافوق جیتا تھا
ہی مست خدا کا رنگت ہر دم رنگت خوشتر تھا

مبارک مجھے پر و پیمانیاں ہیں

زباں سے تو لے دوست شہبازیاں ہیں
بہ باطن مگر آہ خفا شایاں ہیں

حقارت سے مت دیکھ ان عاصیوں کو
کہ تو بہ کی برکت سے درباریاں ہیں

جو پرہیز کرتے نہیں معصیت سے
انہیں راہ میں سخت دشواریاں ہیں

گناہوں کے اسباب سے دور ہو گے
تو منزل میں ہر وقت آسانیاں ہیں

دوائے دل سالکان عشقِ حق ہے
دلوں میں بہت گرچہ بیماریاں ہیں

رہ حق میں ہر عزم سے کیوں ہے گریزاں
رہ عشق میں کب تن آسانیاں ہیں



یہ خون تمنا کا انعام دیکھو
جو دیرانیاں تھیں وہ آبادیاں ہیں

ہند ان کی مرضی پہ اپنی رضا کر
فقیری میں دیکھے گا سلطانیوں ہیں

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے مسیری ویرانیاں ہیں

جو پیتا ہے ہر وقت خون تمنا
اسی دل پہ نسبت کی تابانیاں ہیں

تجلی ہر اک دل کی خستہ لگ ہے
مہربانیاں، جیسی خستہ بانیاں ہیں



زمین کو کام ہے کچھ آسمان سے

بکيا ہے رابلطہ آہ و فغاں سے
زمین کو کام ہے کچھ آسمان سے
ندامت تجھ پہ ہو رمت حشا کی
دلا دی مغفرت رب جہاں سے
تو کر لے خوش خدائے گلستاں کو
نہیں پالا پڑے گا چھہ خزاں سے
وہ چھٹا جاتا ہے ہر اہل لغت پر
بیاں کرتا ہے جو درد نہاں سے
اگر مطلوب ہے درد محبت
تملق کر گر وہ عاشقاں سے
ہزاروں غم اٹھا کر جان سالک
مقرب ہو گئی مولائے جاں سے
سنو پیمانہ خستہ گوش دل سے
فدا ہو تم حشا پر قلب و جاں سے



کیا زلزلے آسمان سے

گلوں سے ہے نہ ہم کو گستاخ سے
 لرزتی برق بھی ہے آشیاں سے
 ہری منہ یاد ہے اے رب عالم
 دل عاشق میں ہے آگ پنہاں
 یہ کیوں ہے سُرخِ سجدہ گاہ عاشق
 یہ ہے انعامِ تسلیم و رضا کا
 بہت خونِ تمنا سے نہیں نے
 یہ ہے توفیقِ بس اُن کے کرم سے
 ہمارا کام ہے آہ و فغاں سے
 پڑا پالا ہے طائر کی فغاں سے
 بچا مجھ کو بلائے دو جہاں سے
 یقین کرتا ہوں آہوں کے دھواں سے
 دُعا کرتے ہیں چشمِ خونِ فشاں سے
 کہ ہیں آزادِ منکراہن و آں سے
 کیا ہے ربط اپنے آسمان سے
 کہ ہے صرفِ نظرِ حُسنِ بُتاں سے

کرم ہے آپ کا اختر پہ یارب
 فدا ہو آپ پر گر جسم و جاں سے



نہیں کچھ فائدہ اس گھستال سے

ہٹایا جس نے سرد اس آستان سے
وہ نکرایا بلائے ناگہاں سے
گھٹا ہوں سے اگر تو بہ نہیں کی
تو وہ سردوم ہے دونوں جہاں سے
نہیں کرتا ہے جو رب کی اطاعت
وہ جیتتا ہے حیاتِ ایگان سے
اگر ناراض ہے وہ حنّٰلق نکل
تو کیا حاصل اُسے کون و مکان سے
جہاں ہو گل کے بدلے خارِ صحرا
نہیں کچھ فائدہ اس گستاخ سے
نہ بلبُل ہو نہ گل ہو جس چمن میں
تو باز آیا میں ایسے بوستاخ سے
خدا سے گر نہیں ہے ربطِ خستہ
عیش ہے ربطِ ماہِ و خستہ راں سے



زمیں میری ہو جیسے آسماں میر

کہاں پھرتے ہو سنکر این آں میں
 اگر ہے برق و باراں اس جہاں میں
 مزہ پاتے ہو کیوں اس کے بیاں میں
 مزہ پایا جو صحرا کی فغاں میں
 وہ نظر بہر ہو گیا اس کی زباں میں
 نہیں پایا چہ راغ راہ منزل
 عطاے خالق دونوں جہاں ہے
 رہے سپٹا گلوں کے دامنوں سے
 سنا تو سب نے میری داستاں کو
 نہ پوچھو لذت فریاد سجدہ
 کوئی پوچھے یہ جا کر باغبان سے
 کبھی آؤ تو بزم دوستاں میں
 کرو فریاد اپنے آشیاں میں
 کوئی تو بات ہے درد نہاں میں
 نہیں پایا مزہ وہ گلستاں میں
 اثر پنہاں تھا جو زخم نہاں میں
 مگر بس عاشقوں کی داستاں میں
 اثر پاتے ہو جو میرے بیاں میں
 اگرچہ خار ہے وہ گلستاں میں
 اثر پایا نگاہ دوستاں میں
 زمیں میٹھی ہو جیسے آسماں میں
 گذرتی ہے تری کیسے خزاں میں

اگر ہے ربط حنلاق چمن سے
 تو اختر گل ٹیے ہو گا خزاں میں



ذرا دیکھو فیض خانقاہ

مچا دے گی وہ باہی نیت باہی نہ کرے دوست ہرگز بدنگاہی
 چٹائی پر ملے گا تخت شاہی اگر حاصل کرو عشق الہی
 غضب سے تو اگر مغلوب ہوگا بکے گی چہر زباں واہی تباہی
 حینوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا نہیں پہنچے گا دربار الہی
 وہی پہنچا ہے دربار خدا میں ملی ہے جس کو آہ سحر گاہی
 ہوئے ہیں زندگتنے اولیاء بھی ذرا دیکھو تو فیض خانقاہی
 کھلا کیا راز سلطان بلخ پر فقیر ہی لی ہے دے کرتاج شاہی
 غذا اس نفس سرکش کی تو کم کر نہ کھا سر روز ظالم مرغ و ماہی
 جو اہل دل کی صحبت میں رہے گا وہی پائے گا بس عشق الہی
 ملی اہمتر جے نسبت خدا کی بٹا دی اس نے باہی اور جاہی



ذرا دیکھو تو فیض خانقاہ

مچا دے گی وہ باہی میں تباہی نہ کرے دوست ہرگز بد نگاہی
 چٹائی پر ملے گا تخت شاہی اگر حاصل کرو عشق الہی
 غضب سے تو اگر مغلوب ہوگا بکے گی چھ زباں وہی تباہی
 حسینوں سے اگر ملنا نہ چھوڑا نہیں پہنچے گا دربار الہی
 وہی پہنچا ہے دربار خدا میں ملی ہے جس کو آہ سحر گاہی
 بٹوے ہیں زندگتنے اولیاء بھی ذرا دیکھو تو فیض خانقاہی
 کھلا کیسا راز سلطان بلخ پر فقیر ہی لی ہے دے کرتاج شاہی
 غذا اس نفس سرکش کی تو کم کر نہ کھا سہ روز عالم مرغ و ماہی
 جو اہل دل کی صحبت میں رہے گا وہی پائے گا بس عشق الہی
 ملی اہمتر ہے نسبت خدا کی مٹا دی اس نے باہی اور جاہی



پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت کیلئے

ظاہر میں اہل دل ہیں گو حسرت کیلئے ہوتے
باطن مگر ہے دولتِ نسبت کیلئے ہوتے

مانا کہ بسیرِ گلشنِ جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت کیلئے ہوتے

صحراؤں میں کبھی، کبھی دامنِ کوہ میں
پھرتا ہوں دل میں دردِ محبت کیلئے ہوتے

اک قلبِ شکستہ کے اور آہ و فغاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں مشعلِ سُنت کیلئے ہوتے

روئے زمیں پہ جو بھی ہے عہدِ وفا کے ساتھ
وہ ہر نفس ہے سایہِ رحمت کیلئے ہوتے



جو بے وفائی کا اپنے ہوا عنقا
بیٹا ہے سر پہ سینکڑوں لعنت لیے ہوئے

اپنے تو کیا ہیں غیب بھی کرتا ہے احترام
پہ چہرہ پہ جو ہے دائرہ کی زینت لیے ہوئے

اک مسیخستہ حال بھی اختر کے ساتھ ہے
گذرے ہے خوب عشق کی لذت لیے ہوئے

(پامی، انگلینڈ، ۶ ستمبر ۱۹۹۳ء)



انعام خون آرزو

جہان رنگت بو میں بہر طرف بس آب و گل پایا
مگر عاشق کے آب گل میں ہم نے درد دل پایا
ہمارے خون حسرت پر فلک رویا زمین زونی
مگر اے دل مبارک ہو کہ تو نے درد دل پایا

پھرتا ہوں دل ہے درد بھرا دل لیے ہوئے

پھرتا ہوں دل میں درد بھرا دل لیے ہوئے
اور ہر نفس میں قربت سنازل لیے ہوئے

پھرتا ہے مجھ کو عشق لیے چاک گریباں
گرچہ خرد ہے طوق و سلاسل لیے ہوئے

جی پاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

مانا کہ ہے طوفان میں محبت کا سفینہ
لیکن ہے ساتھ لطف سواصل لیے ہوئے

غفلت کا ان کے دل پہ نہ کرنا کبھی گماں
ہنستے ہیں ایک درد بھرا دل لیے ہوئے



میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلب شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

اختر اسی کا فیض ہے عالم میں چارنو
پھرتا ہے جو بھی درد بھرا دل لیے ہوئے

(گھوٹرا، انگلیشٹن، ۱۵ ستمبر ۱۹۹۲ء)



نفس کے بندے

چین اک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے
دفن کر کے جہازہ عفت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں

دونوں جہان کی خوشی تیری خوشی میں ہے نہاں
دونوں جہان کا الم تیرے غضب میں ہے عیاں

دیکھ جہاں بھی تو دھواں آگ بھی ہے وہاں نہاں
کتا ہوں بار بار میں سُنتا نہیں ہے پرگیاں

آشیاں اہل دل کا ہے دیکھ نہ برق گریہاں
تجھ سے وگرنہ انتقام لے گا ضرور آسماں

لے مرے خالق حیات تجھ پہ فدا ہو میری جاں
تیرے بیان حمد سے قاصد ہے یہ مریاں

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی
آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں



میری وفا ہے ناتمام دونوں جہاں میں اے خدا
آپ کے نام پر اگر کروں فدا میں دو جہاں

دل میں خدائے پاک کی لذت قرب کیا کموں
جیسے مری زمیں ہے اور اور ہے میرا آسماں

یارب ہماری آہ کو فضل سے کر دے با اثر
سارے جہاں میں نشر ہو خستہ کی آہ نئے باں



تدفین عشق

جس کے چہرے پر میر مرتے تھے سرد آہیں بھی میر بھرتے تھے
بکس نے بغرافیہ بدل ڈالا عشق کو اپنے دفن کرتے تھے

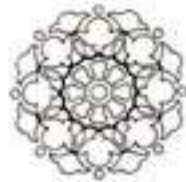
مری آہ دل کے منازل

پہاڑوں کا دامن سمندر کا ساحل مری آہ دل کے یہی ہیں منازل
 جنازہ ہوا قبر میں آج داخل ہوئی خاک تن آج مٹی میں شامل
 ترا فیض ہے صحبت شیخ کامل! ہوا سب کا دل درد نسبت کا حامل
 نہیں کوئی رہبر ہے راہ جنوں کا مگر سایہ صحبت شیخ کامل
 مرے دوستو ذکر کی برکتوں سے سکینہ ہوا دل پہ ہم سب کے نازل
 عجب درد سے کس نے تفسیر کی ہے کہ فشر آں ہوا آج ہی جیسے نازل
 خدا شیخ کو میرے رکھے سلامت کہ ناقص ہوئے اُن کی صحبت سے کامل

یہ اُمید ہے تیرے لطف و کرم سے
 کہ اختر بھی ہو اہل جنت میں شامل

*

(ری یونین، اگست ۱۹۶۲ء)



انفاس زندگی کے جو اُن پر فدا ہوتے

انفاس زندگی کے جو اُن پر فدا ہوتے
شمس و مستر بھی سامنے ان کے گدا ہوتے

جس نے اٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو
راہِ فنا سے رہبرِ راہِ خدا ہوتے

دیکھا اسی کو فنا ز منزلِ سلوک میں
جو منزلِ مجاز سے بالکل جدا ہوتے

پالا پڑا ہے جن کو تلاطم کی موج سے
گمراہ کشتیوں کے وہی تاحثِ خدا ہوتے

تقریر میں اگر نہیں شامل ہے دردِ دل
صد با صد کے ساتھ بھی وہ بے صدا ہوتے

راہِ فنا میں آہِ جو فنا فی نہ ہو سکے
کھلا کے با خدا بھی نہ وہ با خدا ہوتے

اہل جنوں کی صحبتیں خستہ چھتیں میں
اہل حسد کو دیکھا کہ اُن پر فدا ہوتے

دیکم جولائی ۹۵، کراچی



ذرة درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

میری زبان حال بھی میرے بیاں سے کم نہیں
میرا سکوت عشق بھی میری زباں سے کم نہیں

یاد خدا کا نَفَس کون و مکاں سے کم نہیں
اہل وفا کا بویا تخت شہاں سے کم نہیں

ان کے حضور میں مرے آنسو زباں سے کم نہیں
عشق کی بے زبانیاں لفظ و بیاں سے کم نہیں

دامن فقر میں مرے پنہاں ہے تاج قیصری
ذرة درد و غم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ بگر کو بزم میں
لیکن ہماری آہ بھی زخمِ نہاں سے کم نہیں

کاشفِ راز دردِ دل یعنی یہ آہ عاشقاں
رہبرِ دیگران ہے جب رازنہاں سے کم نہیں



میری ندامتیں رہیں کبر سے پاسباں مری
یعنی مرا نیسا زبھی نازِ شہاں سے کم نہیں

اہل نفاق ہر گنہ جیسے مگس ہوناک پر
مومن کے دل پہ ہر گنہ کوہِ گراں سے کم نہیں

زندوں کی آہ و زاریاں اخترِ خدا کو ہیں پسند
ان کا شکستہ دل بھی پھر کرو بیاں سے کم نہیں



عشق کا کفن

میں نے جن کو بجن بنایا تھا
جن کو میں نے بجن سُنایا تھا
میران کے سفید بالوں نے
عشق کا مرے کفن بنایا تھا

تقلیب عاقل ارض سے کم نہیں

اشک روان عاشقانِ نخبِ سما سے کم نہیں
ان کا یہ خون آرزوِ عہدِ وفا سے کم نہیں

جو ہے ادائے خواہگی نہماں اسی میں ہے کرم
ان کی رضا بھی دوستوان کی عطا سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقانِ ارض و سما سے کم نہیں

یارب یہ دردِ دل ترا سارے مرض کی ہے دوا
ہے یہ مرضِ تری عطا جو کہ شفا سے کم نہیں

نفس کو کر دے تو فنا باقی رہے نہ کچھ انا
راہ میں ان کی ناز و کسبِ جو رو جفا سے کم نہیں



یہ بھی کرم ہے آپ کا جس کا میں اہل بھی نہ تھا
یعنی جو درد دل دیا دونوں سرا سے کم نہیں

ان کی عطا تے خواجگی میری ادا تے بندگی
لیکن مرا قصور بھی میری ادا سے کم نہیں

جلوہ حق کے سامنے حیرت سے بے زبان سی
پھر بھی سکوت عشق کا اس کی صدا سے کم نہیں

اختر ہمارا درد دل بزم میں بے نوا سی
لیکن کسی کی چشم نم اس کی نوا سے کم نہیں



محبت کا جنازہ

ان کے سر پر سفید بالوں کا
ایک دن تم تماشا دیکھو گے
میرا اس دن جبنازہ الفت کا
اپنے ہاتھوں سے دفن کر دو گے

قبروں میں جا کے دیکھو تو نقشِ تباہِ آب و گل

دونوں جہاں تباہ ہیں جس نے دیا ہے ان کو دل
ظالم نہ کر حیات کو نذرِ بُت ان سنگِ دل

قیمتِ حیات کی نہ تھی جب تک محض تھی آب و گل
لذتِ زندگی نہ پوچھ جب سے ملا ہے دردِ دل

خالقِ دل پہ دوستو جس نے فدا کیا ہے دل
کہتے ہیں اس کو اہلِ دل سارے جہاں کے اہلِ دل

قیمتِ زندگی مری تیسری خوشی پہ منحصر
ورنہ ہے خاکِ تن مری ننگِ جہاںِ آب و گل

دیکھ کسی کی خاک پر ہستی نہ اپنی خاک کر
قبروں میں جا کے دیکھ تو نقشِ تباہِ آب و گل

شمعِ مجازِ بچہ گئی عشق میں تاب و دم نہیں
غارتِ گر حیات پر غارت نہ کر حیاتِ دل



فانی بتوں کا غم نہ کر دیکھ یہ عزم ہے عارضی
فرحت دو جہاں جو ہے اس غم جاوداں سے مل

رہتا ہے بدگمان کیوں جہل سے اپنے دُور دُور
جا کے کبھی تو ایک بار حضرت اہل دل سے مل

دل کو بلا ہے درد دل صحبتِ اہل درد سے
ورنہ تمنا شنائے درد اختر ہمارا آب و گل



انجام حسن فانی

بھسی گلفام کو کفن رہا ہوں
جنازہ حُسن کا دفن رہا ہوں
گکانا دل کا انسانی بتوں سے
عجیب ہے، دل کو یہ سمجھا رہا ہوں

عمر بھر جاہل درد پہناں رہے

سینکڑوں جسم حسرت میں شاداں رہے
سینکڑوں جسم میں بھی ہم منزل خواں رہے

کیا یہ تسلیم سہر کی کرامت نہیں
صد حنزاں میں بھی رشک گلستاں رہے

خالق گل سے جن کو نہیں ربط تھا
وسطِ گلشن میں بھی وہ پریشاں رہے

ہو حنزاں یا بہار چمن دوستو
عاشقِ مرضی جانِ باناں رہے

حسنِ فانی پہ برباد کی زندگی
عمرِ مجھ آہ ایسے بھی ناداں رہے

حسنِ رفتہ سے ہر اہلِ دل خوش ہوا
خوبِ رخصت ملی جو پریشاں رہے



آخترِ ارض ہو آخترِ آسماں
عمر بھد گرتوں سے گریزاں رہے

دردِ دل کی کراہت سے یہ اہلِ دل
منزلِ قربِ حق میں نمایاں رہے

چشمِ غمازِ اسرارِ نسبت رہی
عمر بھد حاصلِ دردِ نہال رہے

آخترِ بے نوا کی نصیحتِ سُنو
اپنی لغزشِ پہ ہر دمِ پشیمان رہے



بے ثباتیِ حُسنِ مجربا

بالِ کالے ہنسید ہوتے ہیں کچھ بھروسہ نہیں جوانی کا
کھا کے کیڑوں نے خاک کر ڈالا کیا بھروسہ ہے حُسنِ فانی کا

غنیچہ تسلیم کا شگفتہ ہے

قلب عارف اگر شکتہ ہے
پھر بھی رشک گل شگفتہ ہے

گرمی بزم دوستانِ ظاہر
گرمی دل مگر نہفتہ ہے

ان کی مرضی سے ہے بہار و خزاں
غنیچہ تسلیم کا شگفتہ ہے

جو بھی کونے محباز سے گذرا
اس کو دیکھا کہ حال خستہ ہے

روح سے سیرِ عالم بالا
جسم سے خاک پر نشتہ ہے

ان کو پایا ہے صاحبِ نسبت
اہلِ نسبت سے جن کو رشتہ ہے



نفسِ ظالم سے بدگماں رہنا
گرچہ لگتا ہو یہ فرشتہ ہے

دوستِ تو اب ہو فکرِ مستقبل
جو گذشتہ ہے وہ گذشتہ ہے

حُسنِ منانی سے بجاگ بچنے کا
عشق جو آج دستِ بستہ ہے

حُسنِ منانی پہ جو مرا اختہ
ہو کے عالی بھی سخت پستہ ہے



صقِیقِ صُحُسنِ مِجَاز

اس کا چہرہ اگرچہ نمکدار ہے
جسم اس کا اگرچہ چمکدار ہے
میرزا ہر میں بے شک وہ گلزار ہے
لیکن اندر غلامت کی بھرمار ہے

غنچے گل خنداں چین پر ہے کیا نکھا

غنچے گل خنداں چین پر ہے کیا نکھا
لے باد صبا تیرے کرم کی ہے یہ بہار

گلشن ہے تیرے فیض کا ہر لمحہ راز دار
باد نسیم شکر یہ تیرا ہے بار بار

آنکھیں خدا کے خوف سے جن کی ہیں اشکبار
درہل ہیں وہ رحمت باری کی آبخار

یہ فیض باغباں ہے کوئی دیکھے انقلاب
جو خار چین تھے وہ ہوتے آج گلخوار

وہ خوش نصیب جن کے مقدر میں ہے نجات
مشرکے خوف سے وہی روتے ہیں زار زار

کیا کمی ہے دوستو مرشد کا فیض بھی
وہ آج شیخ وقت ہیں جو کل تھے بادہ خوار



رہنما ہے چین سے تو بتوں سے بچا نظر
ورنہ نظر سے قلب و جگر ہوگا بے قرار

ہے عشق مجازی کا حسد کس قدر بُرا
ہر ایک دوسرے کی نظر میں ہوا ہے خوار

آہستہ وہی حیات حقیقت میں ہے حیات
جو خالق حیات پر ہر لحظہ ہوشیار

(۲۶ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ کراچی)



فریبِ عارضی

کبھی جب سبزہ آغازِ جوانی تھا
تو سارا گروہ دلبروں تھا
بڑھاپے میں اے دیکھا گیا جب
کسی کا بیسے وہ نانا میاں تھا

تعلیمِ حیراز

از عشقِ مجاز

محبت بڑھاس کے نہ پٹ جائیے گا
محبت سے پہلے ہی ہٹ جائیے گا

نہ مانے تو پھر میرے پچھتاویے کا
لو اپنی آنکھوں سے برساتیے گا

کبھی آئیے گا کبھی حبائے گا
نہ لیکن کسی گل سکوں پائیے گا

سوا علم کے ہرگز نہ کچھ پائیے گا
ستمِ مفت میں جان پڑھائیے گا

بالآخر چمن میں سناں پائیے گا
مگر زندگی پھر کہاں لائیے گا



یہ مانا کہ اس بُت پہ مَر جائیے گا
عجزِ میر کر کے کیا پائیے گا

کبھی حُسنِ رفتہ سے شہِ مائیے کا
ندامت سے اے میر گڑ جائیے گا

یہ لب اور زلفِ سیاہ اور چہرہ
خبر ہے کہاں سے کہاں جائیے گا

نہ بن آئے گی لاکھ پچھتائیے گا
خود اپنے کیے کی سزا پائیے گا



فرارِ پیرانِ حُسن

مونچھوں کے زیرِ سایہ لبِ یار چُپ گئے
داڑھی کے زیرِ سایہ وہ رخسار چُپ گئے
بالوں کی سفیدی میں زلفِ یار چُپ گئے
جو یار حُسن کے تھے وہ سب یار چُپ گئے

صراحی جب ہوتی خالی مزاج سناں بدلا



اُدھر جزا فیبہ بدلا اُدھر تار سنج داں بدلا
جوانی جب نہیں باقی جوانی کا نشان بدلا

خزاں نے آکے رنگ گل و رنگ گلستاں بدلا

صراحی جب ہوتی خالی مزاج ساغراں بدلا

بڑھاپے سے جوانی کا وہ رنگ ازخواں بدلا

گنہگاروں کا طرزِ گریہ و آہ و فغاں بدلا

بنگا ہوں کا وہ طرزِ سحر اور تریب و کماں بدلا

جہانِ حُسن بدلا اور حسینوں کا جہاں بدلا

یہ ظالم نفس امارہ نے جب دایم بتاں بدلا

تو میں نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاساں بدلا

گننا ہوں سے جو توبہ کی تو غفلت کا جہاں بدلا

زمیں عاصی کی بدلی اور اس کا آسماں بدلا



دلِ ناداں نے جب سے آہ ان کا آستاں بولا
 جہانِ کرب و غم دیکھیا جہانِ شادماں بولا
 تعجب کیا جو دنیا کا لہم ہے نگہ عارف میں
 فلک پر مہر تاباں سے جہانِ اختر اں بولا
 تجلی ان کی دل میں منکشفِ خستہ ہوئی جس کے
 نگاہوں میں سر و خورشید و انجم کا سماں بولا



آثارِ سبوح اللہ

خورشیدِ عطا ہوتا نظر آتا ہے مجھ کو
 مفقود ہوا جاتا ہے انجم کا تحنُّر
 ظلمت ہے کہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے
 خورشیدِ بدامان پہ واجب ہے شکر
 اس سے کدۂ غیب سے کیا جام ملا ہے
 ہے دُور مجھ سے دوستو دنیا کے فکر



کو پیغام کچھ صبا سے

جس کو نسبت عطا ہے خدا سے
ارض و قیام ہے ایسے گدا سے

بے نیازی ہے ہر ما سوا سے
رابطہ گر قومی ہے خدا سے

دل ہے ممنون ان کی عطا سے
روح نادم ہے اپنی خطا سے

ذکر تیرا کریں بیٹھ کر ہم
چاہیے وہ زمیں دوسرا سے

جس کو روشن کرے قدرت حق
وہ دیا کیسا سمجھے گا ہوا سے

مالک دو جہاں گر تو چاہے
سلطنت دے در بے نوا سے



آفتاب نبوت کا مطلع
فوق تھا غلق کے آسرا سے

شانِ عظمتِ جبالِ حرم کی
کوئی پوچھے تو غارِ حرا سے

مضطرب ہے مرا ذوقِ سحر
سر کو پینام ہے کچھ صبا سے

مجھ پہ برسا دے دریائے رحمت
مانگتا ہے یہ آخرتِ خدا سے



اسبا گناہ سے دوری

گلوں سے دور ہو جس کا نشیمن

وہی بلبلِ اسیر گل نہیں ہے

گلِ افسردہ سے دل کا گناہ

یہ کیسا نادانی بلبل نہیں ہے

نظر مت کر حسینان جہاں پر

جو رکھا سدا تمہارے آستان پر
زمیں پر رہ کے ہوں ہیں آسماں پر

نہ ہنس ظالم مری آہ و فغاں پر
نظر تیسری نہیں زحیم نہاں پر

جہاں آئے سدا آہ و فغاں کی
نہ گرنا برق ایسے اشیاں پر

ہے نقش حسن و ثانی چند روزہ
نظر مت کر حسینان جہاں پر

جنہوں نے جان دے دی راہ حق میں
نہ کر تنقید ان کی داستاں پر

زمیں پر جسم مشغول عمل ہے
دل عارف مگر ہے آسماں پر



جو دل پر چھپا گیا حنلق عالم
نظر اس کی نہیں پھیرا این و آل پر

حدا ناراض ہو جس گلستاں سے
تو لعنت بیجج ایسے گلستاں پر

جہاں بیٹھے ہوں کچھ اللہ ولے
حدا ہوں ایسی بزم دوستاں پر

نہ کر خستہ سے ظالم بدگمانی
تبسم کیوں ہے اس کی داستاں پر

دیکھ فروری ۱۹۹۳ء۔ جنوبی افریقہ



انعام تسلیم درضا

منکشف راہ تسلیم جس پر ہوئی

اس کا عشم راز دار مسرت ہوا

راہ تسلیم میں جس نے سر دے دیا

اس کا سر متا حبار محبت ہوا

خاک سمجھتا ہے لعنہ خشاں نکلا

جو تری بزمِ محبت سے گریزاں نکلا
جس طرف نکلا وہ حیراں و پریشاں نکلا

دل دیا غیر کو جس نے بھی وہ ناداں نکلا
کیوں کہ وہ جان چمنِ حنا ریا باں نکلا

ساری دُنیا کی خرد آئی فنا ہونے کو
جب کبھی جوشِ جنوں چاک گریباں نکلا

درد ملتا ہے ترے درد کے پیاروں سے
شیخِ پھر سارے جہاں سے بھی مہرباں نکلا

نارِ شہوت میں نظر آتے اندھیرے دل کو
نورِ تقویٰ دلِ مومن میں درخشاں نکلا

بعدِ مدت کے ہوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھتا ہے لعنہ خشاں نکلا



زاہد خشک جو تھا، پیر مناں کے صدقے
حامل درد ہوا غیر سے نالاں نکلا

ہائے اس قطرہ دریا نے محبت کا اثر
جس کو سمجھا تھا کہ قطرہ ہے وہ طوفان نکلا

خارجما تھا جسے اہل جہاں نے اختر
دامن فقر میں اس کے ہی گستاں نکلا



دل شکستہ اور اشارت بختیت

خون حسرت رات دن پینے کا لطف

اس کے جلوؤں کی من راوانی سے پوچھو

لذت زخمِ شکستِ آرزو

اس کی آنکھوں کی نگہبانی سے پوچھو

ربگندس تو کی کوئی مہرباں نہیں

یارب ترے سوا تو کہیں بھی اماں نہیں
تو جس کا نہیں اسس کا یہ سارا جہاں نہیں
ظلمت میں ہے یہ شکٹ شبہ وہم و وسوسہ
ہو مہر نمایاں تو کوئی چرگٹاں نہیں
جس نے اٹھایا سر کو ترے سنگٹ سے آہ
سارے جہاں میں اس کا کہیں آستاں نہیں
جس میں بہار قرب گلستاں نہ ہو کبھی
وہ آشیاں مرا کبھی لے باغباں نہیں
مشکل ہے ایسے قلب کی توحید ہو صحیح
جس دل کے پاس دوستو وہ پاباں نہیں
آہ غم خزاں سے نشیمن میں ہے چوواں
عالم میں جب کہ کوئی کہیں بجلیاں نہیں
میں کس طرح سے مان لوں لے درد تو بھی ہے
جر یہ کہیں نہیں کہیں آہ و فغاں نہیں



سُورج کی روشنی کی سی بس دلیل ہے
جب آسماں پہ بگم و مہ و اختر ایں نہیں

مت کے بعد کھل گئی آستہ یہ حقیقت
رب مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں



آہِ تنہائی

کٹ رہی ہے میری تنہائی مرے نغمات
لب اگر خاموش ہوں گے چشم تر ہو جائے گی
کر رہا ہوں آہِ پیسہ کو ابھی ہے نارسا
ایک دن آخر تو مسنون اثر ہو جائے گی
درحقیقت میری آہِ خام کا ہے یہ قصور
رفقہ رفقہ پنختہ ہو کر پردہ در ہو جائے گی



کیسے معلوم ہو مومن کون سا ہونا

حسن منانی سے ترا آہ یہ شاداں ہونا
یہی دلیل ہے ظالم ترا ناداں ہونا
دل دیا غیب کو نظالم تو کہاں چین و سکون
آہ ہر لمحہ ترے دل کا پریشاں ہونا
شیخ کامل کی توجہ ہو مبارک تجھ کو
نعمت درد سے دل کا ترے خنداں ہونا
رند بھی تیرے کرم سے ہونے اب شیخ حرم
ترے رحمت ہے یہ حناروں کا گلستاں ہونا
رہبر منزلِ جاناں سے ہے دوری کا سبب
منزلِ حق سے ترا آہ گریزاں ہونا
جذبِ منزل ہی کا صدقہ ہے کہ ہر لغزش پر
عاصیوں کا یہ تری راہ میں گرگیاں ہونا
یہ علامت ہے تجھے ہو گئی نسبتِ صہل
ہر نفس سے یہ تری آہ نمایاں ہونا



کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشقِ پینہا

یہ سیرمی چاک داما نی مری آہ بیابانی
سبب اس کا ہے میرے درد کے دریا میں طغیانی

محبت کے سمندر میں جو آجاتی ہے طغیانی
تو پھر ہر موجِ الفت میں ہوا کرتی ہے جولانی

بھناست کہ دیوانوں میں ہے کوئی پریشانی
خدا کے عاشقوں میں عشق سے ہے کیفیتِ لاشانی

نہیں جس آبِ گل میں دردِ عشقِ حق کی تابانی
وہ انساں ہے کہاں لیکن فقط ہے خاکِ انسانی

نہ دیکھو عاشقوں کی دوستو بے ساز و سامانی
کہ دل میں عشق کا رکھتے ہیں اپنے ملکِ لاشانی

لیے بیٹھے ہیں اپنے دردِ دل کا باغِ پینہا
یہ سلطائیں ہیں مگر اے دوستو بے تاجِ سلطانی



میری اک آہ سے ظاہر ہیں سب سار پیمانہ
مگر ہے درد دل کی دوست تو تہیہ مٹوانی

اگر مرتے نہ ان فانی بتوں کے حسن فانی پر
تو اپنی زندگی پر تم نہ کہتے واسے نادانی

جو دیوانوں میں ہے آستہ محبت کی فراوانی
کہاں ہمت ہے فرزانوں میں درد عشق تپانی

(، رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ حرم مکہ مکرمہ)



علیج ذوقِ حسنِ ار

نہیں علاج کوئی ذوقِ حسنِ بینی کا
مگر یہی کہ سچ آنکھ بیٹھ گوشے میں
اگر ضرور نکلتا ہو تجھ کو سونے چمن
تو اہتم م حفاظت نظر ہو گوشے میں

ہوں اپنے دل میں کچھ اراں کئے تے

جو دل کو نور حق سے ہے تاباں کیے ہوئے
ہر بزم کو ہے اپنی دُخشاں کیے ہوئے

میں جی رہا ہوں اشکِ ندامت کے فیض سے
ہر لمحہ ان کو اپنا نگہباں کیے ہوئے

یار ہے تیرا ذکر عجب کیسی اثر
صحر اکو بھی ہے میرے گلستاں کیے ہوئے

دونوں جہاں کا کیف سموتا ہے روح ہیں
جیتا ہے آپ کو جو مہرباں کیے ہوئے

ہر لمحہ حیات ہو ارشکِ صد حیات
اس خالق حیات پہ متباں کیے ہوئے

ہر خون آرزو کا وصلہ دل کو جب بلا
عالم کو ہے وہ منظرِ جاناں کیے ہوئے



کرتا نہیں جو اپنی حفاظت گناہ سے
کلشن کو بھی ہے آہ سیاہاں کیے ہوئے

یکے سمجھ لوں پاگیسا وہ جام معرفت
رکھتا ہے جو بھی خود کو نمایاں کیے ہوئے

رکھتا ہے مجھ کو مست حنا نہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

حالت بدل گئی ہے یہ مُرشد کے فیض سے
ورنہ تھے زند زندگی دہراں کیے ہوئے

ہوتا ہے طے یہ راستہ مالک کے جذبے
کرتے مگر ہیں جذب کو پہماں کیے ہوئے

آنستہ کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے



کشتی بجنورین چہ نعرہ گائے خدا

دریا میں دوستو اگر ماہر فن ہونا خدا
کشتی بجنورین جب پھننے نعرہ گائے یا خدا

عشق بتاں کی سنز لیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہوا انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

فانی ہے حسن گو مگر اس کا نشہ ہے سخت تر
ان کی طرف نظر سے بھی مجھ کو بچائے اے خدا

فتنہ حسن کا خطر کیساں ہے اس میں ہر بشر
ہر اک پہ اس کا ہے اثر سلطان ہو یا کونوگدا

اختر یہ تا خدا بھی جب طوفاں میں پھنس گیا کبھی
کثرت یا خدا سے وہ کیسا ہوا ہے با خدا



چند دن خون تمنا خرابل جائے ہے

خالق شمس و قمر جس دل میں بھی آجائے ہے
اس کے نور قلب سے شمس و قمر شرمائے ہے
اس کے جلووں کی تجلی دل میں جب لگائے ہے
سارے عالم کا تماشا بے قدر ہو جائے ہے
خالق شبن بتاں سے پر وہ جب اٹھ جائے ہے
گرمی شبن بتاں سب سرد کیوں ہو جائے ہے
دل میں یاد حق کی گرمی دل کو جب گرمائے ہے
یاد ہر یلوائے فانی سرد پھر ہو جائے ہے
آہ جب دنیا سے کوئی آخرت کو جائے ہے
بس اکیلا جائے ہے اور سب ہمارہ جائے ہے
لا الہ ہے متدم کلہ توحید میں
غیر حق جب جائے ہے تب دل میں حق آجائے ہے
سارے عالم میں یہی اختر کی ہے آہ و فغاں
چند دن خون تمنا سے مشاغل جائے ہے

(نیویارک سے کراچی واپس آتے ہوئے دمشق ایئر پورٹ پر ایک نو مسلم لکھنے والے)



مری موج غم بے سہارا نہیں ہے

سو اتیرے کوئی سہارا نہیں ہے
سو اتیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

سمندر کا ساحل پھاڑوں کا دامن
بجز آہ کے کچھ سہارا نہیں ہے

نہیں حتم ہوتی ہیں موجیں سلسل
مرے بحرِ عنم کا کنارہ نہیں ہے

کوئی کشتی عنم کا ہے نا خدا بھی
مری موج غم بے سہارا نہیں ہے

یہ اختر اسی کا ہے جو آپ کا ہے
نہیں آپ کا جو ہمارا نہیں ہے

(۶ ستمبر ۱۹۹۲ء، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین)



جو سالک تیش مرشد دستوفانی ہوتا

جو سالک تیش مرشد دستوفانی نہیں ہوتا
کبھی وہ واقف اسرار عرفانی نہیں ہوتا

جو ظلمت میں ہمیشہ بدعتوں کی غرق رہتا ہے
کبھی اہل نظر کے دل میں نورانی نہیں ہوتا

گناہوں سے نہیں بچتا ہے جو ظالم اے توبہ
وہ روحانی بظاہر ہو کے روحانی نہیں ہوتا

جو جس کی چشم تر اور جس کی آہ نیم شب ظاہر
پھر اس کا درد اہل دل پہ پہنہانی نہیں ہوتا

خلاف سنت نبوی ہو جس کی زندگی خستہ
وہ ربانی بھی کسلا کر کے ربانی نہیں ہوتا

(املاشا امریکہ، ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۳ء)



مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہ صحرانے

شنا ہے ناقہا ہوں میں محبت کئے ہیں مے خانے
دیا کرتا ہے ساقی عاشقوں کو جام و پیمانے
خلاف راہ سنت جو بسا کرتے ہیں متانے
وہ دیوانے بظاہر ہیں مگر اندر ہیں فزانے
جو عارف ہیں وہ کس عالم میں رہتے ہیں خدا جانے
بھلا جو غیر عارف ہے وہ ان کا کتبہ کیا جانے
حسینوں کے اُجڑ جائیں گے جب جغرافیے اک دن
بتانا داں کہاں جائے گا اپنے دل کو بہلانے
جو یاد آتی ہے ان کی دل میں گھبراتا ہوں گلشن میں
مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہ صحرانے
جو زاہد عشق سے نا آشنا ہے پھر بھی وہ ناداں
نہیں سمجھا ہے خود لیکن چلا ہے مجھ کو سمجانے



بھسی کی آہ منظرِ موسمی سے وقتِ ظلم ڈرنا تھا
 ہوئے ہیں حسانہ آبادِ ظالم جس سے ویرانے
 ستیا عسمر بھر بوجہل نے شمعِ نبوت کو
 مگر بدنام ہیں دونوں جہاں میں اس کے افسانے
 کہاں تک ضبط بے تابانی کہاں تک پاس بدنامی
 کیا مجبور اظہارِ بیاں پر خوفِ فردا نے
 نہ کر تھیں اے زاہدِ خدا کے درد مندوں کی
 مقامِ دردِ دل کو بے خبر تو آہ کیا جانے
 تجلی ان کی ہوتی ہے عطا قلب شکستہ ہیں
 کیا ہے قلب کو لیکن شکستہ غم کے سوانے
 نہیں ہے زندگی میں جس کی کوئی داستانِ غم کی
 وہ اہلِ غم کے قربِ خشکی کو آہ کیا جانے
 وہی کرتے ہیں ان کے عاشقوں پر تبصرے اختر
 جو ظالمِ دردِ الفت سے ہوا کرتے ہیں بیگانے

(۱۹ اگست ۱۹۹۳ء، پشاور)



سہمت نفاک پیش لب حائے کو سہمنا نفاک پیش لب حائے خنداں کو

سہمناست نفاک کیش ان لب ہائے خنداں کو
کہ سینہ میں ٹھپائے اہل دل ہیں قلب گریاں کو

عنادل کا تقاضا ہے چلو گیرگستاں کو
مگر آہیں ہماری یاد کرتی ہیں بیاباں کو

اسی سے پوچھ لیتے ہیں بتا راز جنوں کیا ہے؟
جو پاجاتے ہیں قسمت سے کسی بھی چاک داماں کو

بگڑتے حُسن کا جزا فیہ دیکھا حسینوں کا
ملاست کرتے دیکھا عاشقی پر عشق ناداں کو

میں کرتا ہوں چمن میں یاد ان کو ہر نفس اے دل
مگر آہیں مری محبوب رکھتی ہیں بیاباں کو

کہاں تک پاس بدنامی کہاں تک ضبط بے تابی
نہ پکڑو اہل مونسیت تم مرے دست و گریباں کو



جو طعنہ زن ہے اپنی بدگمانی سے اے تو یہ
وہ کیا جانے خدا کے عاشقوں کے درپنہاں کو

یہ فیض مرشد کاہل جو نسبت کا ہوا حاصل
تو با صد ساز و سامان دیکھا اس بے ساز و سامان کو

بھگوانہ کسی عارف سے سُنتا تھا کبھی اختر
خدا کی یاد میں اُف نمسرد آؤ بیاباں کو

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین، ستمبر ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ)



جامِ قرب

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی محنتِ امِ قرب دیکھ
سرفروشی دل مندوشی جاں فروشی سب سہی
پنی کے سخنِ آرزو پھر کینتِ جامِ قرب دیکھ



زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہوگئی

عشق کی مشعل بے فیض عشق آساں ہوگئی
عشق کی طاقت سے ہر طاقت پشیمان ہوگئی

زندگی نعمت ہے گر مالک پہ قرباں ہوگئی
غیر پر لیکن خدا ہو کر پریشاں ہوگئی

حسن فانی پر خدا ہو کر جو ناداں ہوگئی
زندگانی آہ اس کی ننگ حیواں ہوگئی

قدرت حق سے ہماری خاک انساں ہوگئی
دولت ایماں سے پھر لعل بدخشاں ہوگئی

ان کے غم کے فیض سے ہر وقت شاداں ہوگئی
زندگی فکر و الم میں کیسی خنداں ہوگئی

خار ہائے رنج ہجراں سے جو گل رنجور تھی
مرشد کامل کے صدقے گل بداماں ہوگئی



کیوں نہ ہو چھپر زندگی اس کی پریشیاں دو
جب وہ ناداں مائل زلفِ بربشاں ہو گئی

ذکر کی توفیق جس کو مل گئی شام و سحر
فقر میں بھی زندگی با ساز و ساماں ہو گئی

اہلِ دل سے دردِ دل جس دل کو لے انتر تلا
ایسے درویشوں کی ہستی رشکِ سلطان ہو گئی



بہارِ چہرہ و بہارِ مینارنی

بہارِ حُسنِ صورت سے جو عاشق زندہ ہوتا ہے
وہ تبدیل بہارِ رنگ سے شرمندہ ہوتا ہے
جمالِ سیرت و معنی سے جو تابندہ ہوتا ہے
تو لطفِ زندگی بھی اس کا پھر پائیدہ ہوتا ہے

ایک دن حال منتقش نذر مدفن ہو گئی

نفس کے گندے تختہ اضوں سے جو ان بن ہو گئی
روح میری سنبل و ریحان و سوسن ہو گئی

جب ہمارے آب و گل میں درد دل شامل ہوا
ان کی ہر سنبل ہمارے پیش دامن ہو گئی

بکس قدر ظلمت کدہ تھی انجمن ان کے بنیہ
ان کے آتے ہی سراپا بزم روشن ہو گئی

ہم تو صحراؤں کو سمجھے تھے کہ ویرانی ہے
ذکر حق کے فیض سے وہ رشک گلشن ہو گئی

نفس ہوشمن ہو گیا مندوب ان کی یاد سے
روح کی طاقت ہماری شیر انگن ہو گئی

تلخ تھی بزم جہاں میں اہل دنیا کی حیات
فیض بزم عاشقان سے بزم گلشن ہو گئی



مت لگانا دل کو تم فانی حسینوں سے کبھی
ایک دن خاک منقش نذر مدفن ہو گئی

جب سے خستہ روکش غیار و بیگانہ ہوا
بزم اہل دل میں اس کی قدر احسن ہو گئی



قلب مضطر

وہ جس کا نام کدُنیا میں قلب مضطر تھا
فلک پہ جا کے وہ ہم شکل ماہ و خستہ تھا
تمام عمر تڑپنے کی تھی جو نحو اس میں
نہ جذب ہو سکا دُنیا کا رنگ بُوا میں

میں درد و غم سے بھرا اک سفینہ لایا ہوں
ترے حضور میں اک آب گینہ لایا ہوں

تری رضا کا ہے بس شوق و حبت جو اس میں
مری ہزار تمنا کا ہے لہو اس میں



سکونِ دل

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا
بہت مشکل تھا اپنے نفسِ سرکش کو دبا پاتا

خدا کی سرکشی سے خودکشی ہے مال و دولت میں
کبھی اللہ والوں سے نہیں ایسا سنا جاتا

سکونِ دل اترتا ہے فلک سے اہل تقویٰ پر
بدوں حکمِ خدا سانسِ داں پھر کیسے پا جاتا

اگر پٹروں کے مانسہ ہوتا یہ سکونِ دل
زمین میں کر کے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

بتوں کے عشق سے دُنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
غمنا ہوں سے سکونِ پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

بچو گندے عمل سے مردوں سے دُور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا



نہیں ممکن تھا ان کی راہ میں میرا قدم رکھنا
اگر جذبِ کرم کی دل نہیں کوئی صدا پاتا

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر میں کیا کروں چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا



شامِ ہمدرد ہیں اعضا ہل دہری کی نصیب دیکھ کر

آپ کے چہروں پہ شربتِ روح افزا کا لہو
کھر رہا ہے صرف فوٹو ہی میں سب کو سرخرو
اپنے خالق سے یہ غفلت کر کے میرے دوستو
قبل تو بہ گرمی ہو نا پڑے گا زرد رو
عارضی عزت صدائے جاہ گو ہے کو بہ کو
پُر خطر ہو گا مگر محشر میں ایسا سُرخرو
عظمتِ قرآن کا صدقہ سن بوجھِ ناکرام
مانہکھ عنہ کے فرمان پر تم فانتھو



وہ شور عند لیبر نہ تھا باغبان نہ تھا

جو گلستاں تھا آہ مرا گلستاں نہ تھا
 جو زد میں تھا خزاں کی مرا آتشیاں نہ تھا
 جو غم ملا تھا مجھ کو غم جاوداں نہ تھا
 جو جان جاں تھا کل وہی اب جان جان نہ تھا
 اُجڑا ہے اس طرح چمن حُسن مجاز کا
 وہ شور عند لیبر نہ تھا باغبان نہ تھا
 اس حُسن کی بہار کو لوٹا خزاں نے یوں
 آہ سحر نہ تھی دل نالہ کسناں نہ تھا
 کوئی مرام سراق سے کوئی وصال سے
 محفل میں اس کی میر کوئی شادمان نہ تھا
 اب ڈھونڈتے ہیں میر غم جاوداں کو ہم
 جو غم ملا تھا ہم کو غم جاوداں نہ تھا
 ہے کون جو اس لذت غم کو بیاں کرے
 سارے جہاں میں جس کا کوئی ترجمان نہ تھا
 اختر نے جب بھی دردِ محبت سے کچھ کہا
 سارے مقررین میں تاب بیاں نہ تھا



مولانا مظہر میاں خطاب سے

(جب وہ طالب علم تھے)

ہائے کیا جانے وہ آہوں کی نزاکت کی لچک
جس نشین پر نہ ہو برق حوادث کی چمک
غنچہ سہتا ہے چمن میں سختی بادِ سحر
اس کے دامن کو عطا ہوتی ہے پھولوں کی مہک
صبح دم کلیوں کی خوشبو بھی ہے ممنونِ صبا
یعنی اس کے فیض ہی سے غنچے جاتے ہیں چمک
اک شکستہ غم بھرے دل کو اگر چھیڑے کوئی
دل کے پیمانے سے اس کے کیوں نہ جائے غم چمک
پس سمجھ لو نامناسب وہ عمل ہے اے پسر
جس عمل سے قبل ہو موس دل میں کچھ کھٹک
تم کو اپنے باپ کی تنبیہ کے لہجہ میں بھی
چاہیے آنی نظر منظر! محبت کی جھلک
تم سے کچھ شکوہ نہیں اختر کا لے جان پر
ہاں مگر مل جائے آداب محبت کی چمک



نقل حالاتِ خاصہ بحالتِ غلبہ تجلیاتِ مقربان

برخصا بارگاہِ حق تعالیٰ شانہ

سجدہ سے سُر اٹھا تو کہیں آسماں نہ تھا
جیسے کہ وہ زمیں نہ تھی وہ آسماں نہ تھا

گویا زباں تھی بے زباں ہوشِ بیاں نہ تھا
آتش تھی شعلہ زن مگر آس میں دھواں نہ تھا

ہوشِ دُخرد کا نظم بھی جیسے وہاں نہ تھا
لیکن وہاں نہاں جو تھا گویا نہاں نہ تھا

خوشبو تو بہر طرف تھی مگر گلستاں نہ تھا
مفہومِ قربِ حق اس تھا لفظ و بیاں نہ تھا

بلوے تو سامنے تھے مگر یہ جہاں نہ تھا
دردِ نہاں تو تھا مگر اشکِ رواں نہ تھا

منحنی تھا دل میں جو کبھی آتشِ فشاں نہ تھا
اک کیفیتِ پُرسکوں تھا کوئی این و آں نہ تھا



خورشید و ماہ و ککشاں کچھ بھی وہاں نہ تھا
دُنیاے دوں نہ تھی کوئی دیگر جہاں نہ تھا

آنکھوں کے دائرے میں جہاں نہ تھا
کون و مکاں کا سامنے کوئی نشان نہ تھا

اک پُھول جاوداں کے سوا گلستاں نہ تھا
اُن کے سوا کوئی بھی وہاں راز داں نہ تھا

اس بے خودی میں پاس کوئی بوستاں نہ تھا
ظائر نہ تھے اور ان کا کوئی آشیاں نہ تھا

کوئی ضرر سے غمزدہ کوئی نفع سے خوش
دُنیاے عشق میں کہیں سود و زیاں نہ تھا

اے دردِ دل ہو تجھ کو مسبارک ترا یہ فیض
دنیا سے لے کے باغِ جناں تک نہماں نہ تھا

اس بزمِ کاکا اک عالمِ مٹو نام ہے خستہ
گویا سوا خدا کے کوئی بھی وہاں نہ تھا



تذکرہ

لگے ہے میرا چہرہ سے کہ وہ کوئی فٹر ہے
مگر ڈانٹے ہے جب موذی کو تو لگت اکلٹر ہے

مرے کانوں میں خراٹا بھی اس کا مشل بوڑھے
اور اپنے سُرخ رُخساروں سے وہ مشل ٹماڑھے

بظاہر وہ علی گڑھ کا پڑھائی کام مٹر ہے
مگر اب مدرسہ میں شیخ کے اُستاد مٹر ہے

مٹا ڈالا ہے اپنے نفس کو اس میر نے ورنہ
لگے تھا پہلے یہ ظالم کہ کوئی انس پکڑھے

سوز و کی کار تھا پہلے ہمارے پاس جب آیا
مٹاپے سے مگر لگتا ہے اب جیسے زکیر ہے

سفر میں اور حضر میں میر میرے ساتھ رہتا ہے
کبھی لٹر ہے ظالم اور کبھی یہ مانچکڑ ہے



گدائے خانقاہ بن کر مزہ پایا ہے شامی کا
اگر چہ پاس پاس اس کے کوئی بنگلہ ہے موڑ ہے

اے خستہ گدائی خانقاہی اس کی قسمت تھی
وگرنہ میر صاحب زادہ ڈپٹی کمشنر ہے

(۳۶ جولائی ۱۹۵۷ء کراچی)



رازِ شگفتگی

صُرف جو کئے کلیوں سے ہو جاوِ شگفتہ
کیا کھل کے وہ شاخوں کو سجادیں گی چمن میں؟
ہاں چھیر دے گر ان کو کبھی بادِ سحر تو
پھر کھل کے وہ خوشبو کو ٹاڈیں گی چمن میں!



دربارِ ڈربن

(افریت)

لغت سے ہم سمجھتے تھے کہ یہ کوئی بیاباں ہے
مگر دیکھا تو ڈربن دوستو! شکستہ ہے

یہاں کے دوستوں سے قلبِ جاں مسرور ہیں میرے
خدا کے فضل سے ڈربن ہمارا فرحت جاں ہے

اسی ڈربن میں ہے اک خادمِ دیں مولوی یونس
مری آہ و فغاں کے نشتر کا جو ساز و ساماں ہے

ہمارے دردِ دل کا ترجمہ نگارش میں کر دینا
اسے یورپ میں کرنا نشرِ چہرہ یہ حق ایماں ہے

اٹھاتا ہے جو نازِ شیخ کو اے دوستو! سن لو
اُسی کو خلق میں دیکھو گے تم کہ جانِ جاناں ہے

بزرگوں کی ذمہ داری سے ملا ہے دردِ دل مجھ کو
تعجب کیا زباں میری جو ہر سُوشلہ افشاں ہے



تعجب کیا شہیدوں پر جو اپنی جان بھی دے دی
فدا ہونے کو ان پر ایک کیا یہ سیکڑوں میں ہے

رفو کرتا وہی ہے چاک دامانی اُمت کا
و فور عشق سے جو خود بھی خستہ چاک اماں ہے

(کمپ ٹائون، جنوبی افریقہ، ۸ جنوری ۱۹۹۷ء)



فریبِ مجاز

نہ وہ سوز ہے نہ وہ ساز ہے یہ عجب فریبِ مجاز ہے
سرِ نازِ حُسن بھی خم ہوا نہ اب عشقِ وقتِ نیاز ہے
گیا حُسن یوں بتِ ناز کا کہ نشاں بھی باقی نہیں رہا
پڑھو دوستو مرے عشق پر کہ جنتِ ازہ کی یہ نماز ہے



زندگی میری پابندِ محبت ہے

بس مرے دل میں تیر سی محبت ہے
زندگی میری پابندِ محبت ہے
سامنے ایسا خوفِ قیامت ہے
سب گناہوں سے میری حفاظت ہے
نہیں جہاں بھی رہوں جس فضا میں رہوں
میرا تقویٰ ہمیشہ سلامت ہے
ساری دُنیا ہی سے مجھ کو نفرت ہے
بس ترے نام کی دل میں لذت ہے
میرے دل میں ترا دردِ الفت ہے
میری دُنیا نے اُلفتِ سلامت ہے
عاشقوں میں مرا نام لکھ جائے گا
اپنے اعمال پر گر نہ امت ہے
تیری مرضی چہ آرزو ہو فنا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت ہے
میرے بس دل میں دردِ محبت ہے
میری دُنیا نے اُلفتِ سلامت ہے
روز و شب قلبِ آہستہ کی ہے یہ دعا
میرے مولیٰ میری استقامت ہے



عنايت کي سچ بر دل غزوةٔ ساکت

خلق کا مارا ہوا، دنیا کا دھنکارا ہوا

اپنی قسمت سے جو ہو ہر آرزو ہارا ہوا

جس کے دن کٹتے نہ ہوں دنیا کے درد و کرب سے

جس کا دل زخمی ہو یا عشق بتاں کی ضرب سے

جس کی رسوائی پہ خندہ زن ہو ساری خلق بھی

اور ہوا اپنے کیے پر جس کو بے حد قلیق بھی

اس کو لینے کے لیے ہے میرا آغوشِ کرم

اس کی رسوائی کا بھی رکھے گا خیرتِ مجرم

میرا دل اس دکھ بھرے دل پر کھے گا وہ کرم

بھول جائے گا وہ جس سے ساری دنیا کے ستم

فراق، اختر جب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعض حالات کی وجہ سے نہایت شکتِ دل تھا

میرے مرشد سراپا محبت و رحمت فداہ روی و ابی و امی نے نہایت کرم سے اختر کی تسلی کے لیے یہ اشعار فرمائے

جس سے اختر کو حیاتِ نو عطا ہوئی اور بے شک حضرت اقدس نے روزِ اقل سے لے کر پندرہ سالہ فراق سے ایسے اظہارِ

و کرم فرمائے ہیں کہ اختر کا ہر ہن موز باک شکر بن کر بھی جی شکر ادا نہیں کر سکتا کہ حضرت والا کے بے پایاں کرم کے صدقہ میں

حضرت اقدس کی ذاتِ گرامی اختر کے لیے جو مہرِ سلطنتِ بہتِ قلم اور جو مہرِ لذات کا ناستہم نامور نہ دہریٰ تیرہ نونہ درویش

اللہ تعالیٰ اختر کے ہم آفرین حضرت والا کا سایہِ لطیف و کرم اختر کے سر پہ تمام رکھیں۔ (نامکارہ میر عیاض اللہ تعالیٰ عنہ)



تمنہ شامِ غم بھراں گھبراتا ہے دل

تمنہ شامِ غم بھراں گھبراتا ہے دل
آمری آہ سحر تجھ سے بل جاتا ہے دل
اپنی ہر اک آہ سے گو خود جلا جاتا ہے دل
پھر نہ جانے آہ پیہم کیوں کیے جاتا ہے دل
نہیں بتاؤں آہ پیہم کیوں کیے جاتا ہے دل
خون بہائے غمِ دل آہ کو پاتا ہے دل
غم پہ جب کچھ اختیار اپنا نہیں پاتا ہے دل
ہر نفس دست طلب اس در پہ پھیلاتا ہے دل
صفحہ ہستی پہ میرے ایسے افسانے بھی ہیں
اُف تصور سے بھی جن کے مُنہ کو آجاتا ہے دل
جب تجلی اُن کی ہوتی ہے دلِ برباد میں
آرزوئے دل کو جب زیرِ دُزبر کرتے ہیں وہ
طلبہ دل میں انہیں کو میہماں پاتا ہے دل
لاکھ شمعیں بل رہی ہیں ہر طرف خستہ مگر
وہ نہیں تو روشنی میں تیرگی پاتا ہے دل



ذکر یاران بزرگہ دیش

کچھ نہ پوچھو لطف بزرگہ دیش کا
ہر طرف مجمع ہے خیر اندیش کا
ہر طرف دریائے اُلفت ہے رواں
ہے نظارہ کیسا بزرگہ دیش کا
فکر عجبی جس کو ہو جائے نصیب
ہے یہی انعام دُور اندیش کا
عشق حق سے بھاگتا ہے بس وہی
جو فقط عاشق رہا اندیش کا
یہ بھی فیض مُرشد ابرار ہے
ہے پتہ اب نفس کے نہریش کا
جب ملے انوار تسلیم و رضا
ہو گیا عاشق وہ رنج خویش کا
گرچہ خستہ ہے بیشی پھر بھی وہ
اُدھی لگتا ہے اپنے دیش کا

لے وہاں کی ایک مٹھائی کا نام ہے۔ یہاں مراد لذاتِ فانیہ دنیویہ ہیں۔ مابقی
۲۰۷



وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں

یار ب مرے گناہ کی گواہی نہیں
لیکن ترے کرم کی بھی گواہی نہیں

وہ کون سا ہے وقت کہ تم پر فدا نہیں
وہ کون سی ادا ہے جو حُسن ادا نہیں

تم خود ہی آگے ہو مرے جذبِ عشق سے
میرا تو مسیحا تم سے کوئی مدعا نہیں

آنکھوں سے ربطِ میکہ پہچانا میرے
چہرہ سے میرے کوئی نشہ زود نما نہیں

رکھتا ہے میرا رشک چمن دردِ دل نہاں
اہلِ خرد کی رائے میں گو خوش نما نہیں



کشتی میں اس کی بدگماں تو بیٹھ کر تو دیکھ
کتاب ہے کون پیر مرا ناخدا نہیں

اشعار سب ہوئے ہیں یہ مرشد کے فیض سے
کیا صاحب نسبت کا یہ فیض رسانیں

جو بزم غیر سے بھی ہے مانوس آہ آہ
اختر وہ عشق حق سے ابھی آشنا نہیں

(دارالعلوم مدنیہ بفیلو (امریکہ) ۲۳ ستمبر ۱۹۹۲ء)



دارالعلوم مدنیہ بفیلو میں بعد از طعام دوپہر جب حضرت الامام حضرت فرما رہے تھے اس وقت چند منٹ میں یہ اشعار وارد ہوئے اور جب اختر کے متعلق یہ شعر فرمایا ہے
تم خود ہی آگے ہو مرے بند بے شق سے
میرا تو میر تم سے کوئی مدعا نہیں
اس وقت حضرت والا کی محبت میں حضرت والا ہی کی برکت اور فیضانِ توحید سے اختر نے یہ شعر عرض کیا جو بطور یادگار یہاں درج کیا جاتا ہے۔
دیکھے ہزار شمس و قمر کا نیاست میں
دنیا میں آپ جیسا کوئی دوسرا نہیں
(جانب)



آہ جو دل ترے غم کا حامل نہ ہو

دو جہاں کا مزہ اس کو حاصل نہیں
آہ جو دل ترے غم کا حامل نہیں
آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں
صحبت اہل دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں
جس جگہ آپ کا قرب ملتا نہ ہو
ہو کے منزل بھی وہ میسر ہی منزل نہیں
غیر حق سے لگاتا ہے جو اپنا دل
تیری اُلفت کے غم کا وہ حامل نہیں
آپ کا ہوں میں بس اور کسی کا نہیں
کوئی لیلیٰ نہیں کوئی مہمل نہیں
گہ رہا ہے یہ خستہ بانگِ دہل
بحر اُلفت کا کوئی بھی ساحل نہیں



پھول ان کے سدا بہار ہیں

قلب جو غم سے ہمکنار نہیں
خار صحرا ہے گمناز نہیں

موسم گل جو گل حناں ہوگا
اس حناں کو سمجھ بہار نہیں

ان کے عارض کی عارضی ہے بہار
پھول ان کے سدا بہار نہیں

جن کی آنکھوں سے کتنے بسمل تھے
ان کا دیکھا ہے کیا مزار نہیں

ایسی اُلفت کا کیا سہارا ہے
رنگ مانی کا امتبار نہیں

موت سر پر کھڑی ہے اے عشرت
اب تو غفلت میں دن گزار نہیں



غیر فانی دیتا ہے

نفس اپنا جو مار دیتا ہے
روح کو صد قرار دیتا ہے
شیخ کامل کے فیض کو دیکھو
زند کو بھی سنوار دیتا ہے
عشق تجھ پر ہو بارشِ رحمت
غیر فانی بہار دیتا ہے
نفس دشمن کی بات مت مانو
گل کے بدلے یہ خار دیتا ہے
عشق مجبور بے زباں ہو کر
دیدۂ اشکبار دیتا ہے
کیا ملے گا گناہ سے اختر
لغنتیں بے شمار دیتا ہے



بہارِ عشقِ حقیقہ

عشقِ دل کو بہار دیتا ہے جذبہٴ جاں نثار دیتا ہے
طاقتِ مختصر پہ مسیحا کریم اجر کیا بے شمار دیتا ہے
اہلِ دل کے کرم کا کیا کہنا دردِ دل بار بار دیتا ہے
کیا کرامت ہے نورِ تقویٰ کی روح کو اک متدار دیتا ہے
حسنِ منانی سے دھوکہ مت کھانا ایک منانی نثار دیتا ہے
پھول بس اپنی بے وفائی سے عندلیبوں کو خار دیتا ہے
راہِ تقویٰ میں غم جو ہے اختر
زندگی پر بہار دیتا ہے



شان گل ننگ خار ہوتی ہے

جب خدا پر نثار ہوتی ہے
زندگی پُر بہار ہوتی ہے

جرمِ غفلت کی مرتکب ہو کر
زندگی بے متدار ہوتی ہے

صحبتِ اہل دل کی برکت سے
ہر کھی گلمذار ہوتی ہے

کون رخصت ہوا گلے مل کے
ہر گلی اشکبار ہوتی ہے

روحِ اخلاص گر نہیں شامل
یاد حق کاروبار ہوتی ہے

اُن کی ناراضگی سے اے خستہ
شان گل ننگ خار ہوتی ہے



طوفانِ آواز و بادل

عنادل بھی ہیں زانغ بھی بوستاں میں مکر و منتخب صحبتیں اس جہاں میں
 ہے محبوب کس کی رفت بتادو گلوں کی یا خاروں کی اِس گستاں میں
 گلوں کی حفاظت ہے غاروں سے ناداں نہیں بے ضرورت ہیں یہ بوستاں میں
 یہ خیر القروں سے چلا آ رہا ہے منافق بھی تھے محفل دوستاں میں
 ستائے اگر کوئی ظالم کسی کو سُنو طرزِ منہ یا آہ و فعناں میں
 بقیضمان مُرشد ولایت لے گی عبادت کرے لاکھ زہد جہاں میں
 خُدا نے بنایا ہے بے مُشکل اُن کو مجتہد ہیں بے مُشکل دونوں جہاں میں

اگر خار ہیں سایہ گل میں خستہ
 نہیں بارِ خاطر دل باغِ مہال میں

سے صلی اللہ علیہ وسلم



جبین عشق رشک آسماں ہے

خوشی تیسری امان دو جہاں ہے

ترے تابع زمین و آسماں ہے

محبت کی یہ کیسی داستاں ہے

فدا جس پر زبان عاشقاں ہے

سر عاشق اور ان کا آستاں ہے

جبین عشق رشک آسماں ہے

بہ فیض درد نسبت عنم نہاں ہے

نہیں ہرگز عبث آہ و فغاں ہے

گمناہوں کا اگر بار گراں ہے

تو بحر مغفرت بھی بے کراں ہے

ترمی ناراضگی میں موت پنہاں

خوشی تیسری حیات جاوداں ہے



جنم سے اشد فحشگی ہے تیری
رضا تیری مجھے رشک جناں ہے

عدو ہے درپے نقصانِ رسانی
مگر اس سے قومی ترنگمباں ہے

فنا بر مرکز لذت عالم
کہ جس سے دل میں لطف و جہاں ہے

گمنا ہوں پر جہارت بھی بُری ہے
مگر مایوسیاں کفر عیاں ہے

بدوں توفیق تیرے دل ہے مردہ
کرم سے تیرے یہ آہ و فغاں ہے

تری توفیق کا صدمہ ہے یا رب
جو تیری یاد میں مشغول جاں ہے

یہ سب احسان ہے خستہ پہ تیرا
جو تیری حمد میں رطب اللسان ہے



فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں

نہ جاؤ میرے سوتے بزمِ زاناں
وہ کیا جانیں حیاتِ شاہِ بازاں

شکتِ آرزو کا یہ ثمر ہے
کہ عاشق ہے امامِ عشقِ بازاں

مبارک تجھ کو لے اشکِ ندامت
فلک پر ہیں ستارے تجھ پہ نازاں

صلہ دیکھو یہ خونِ آرزو کا
ٹی پروازِ رشکِ شاہِ بازاں

یہ منزل کا کرم ہے سالکوں پر
پہلے لمحہ ہے امدادِ چراغاں

اگر روباہ پر ان کا کرم ہو
تو پائے ہمتِ شیرِ بیاباں

یہ دردِ دل کی نعمتِ آہِ خستہ
کرم ہے رب کا تجھ پر ہونہ نازاں



نہ جانے کتنے خورشید و قمر نور شامل

ہمارے آب و گل میں دردِ دل کب سے ہوا شامل
کہ جب سے اعتسابِ تلخِ ساقی کا ہونا نازل

زبانِ دردِ دل سے اس طرح تفسیرِ قرآن کی
یہ لگتا ہے کہ جیسے آج ہی مشہ آں ہونا نازل

یہ عرفانِ محبت ہے یہ فیضانِ محبت ہے
کہ مہجوں کی طرف خود آگیا بڑھتا ہوا سائل

نہ جانے کتنے خورشید و قمرِ دل میں اتر آئے
ہمارے آب و گل میں دردِ نسبت جب ہوا شامل

تجلیِ حقِ شمس و قمر کی جب ہوئی دل میں
نہ جانے کتنے خورشید و قمر کا نور تھا شامل

مری کشتی کو طوفانوں میں بھی اُمیدِ ساحل تھی
مرے خوفِ تلاطم میں تھا اُن کا آسرا شامل



جس دل میں تجلی مولا سے کائنات

جس دل میں ہے تجلی مولا نے کائنات
اس کی نظر سے گر گئی یلا نے کائنات

وہ رشکِ سلطنت بھی ہے اور رشکِ کائنات
دل میں تری نسبت کی جسے مل گئی سوغات

محسوس جب ہوئے ہیں ترے قرب کے نجات
جیسے مری حیات کو ملتی ہے صد حیات

جلوہِ فلک ہے جب سے ترا فیضِ اہم ذات
مشہور ہوئے جاتے ہیں جیسے کہ مغیبات

ہوتا ہے ورد جب بھی ترا نام زباں پر
ہے رشکِ سلاطین ترا مکیں کائنات

جلووں سے تھے سب مری نظروں سے گر گئے
انجم ہو یا تیر ہو کہ خورشیدِ کائنات



تاجوں کے موتیوں سے بھی افضل ہیں دوستو
جو قلوب میں اہل دل کے جو ہیں ناک کے ذرات

جب کہتی ہے اللہ زباں ایسا لگے ہے
کرتی ہے ذکر ساتھ مرے ساری کائنات

جس وقت تری یاد میں ہوتا ہوں میں مشغول
گر جاتی ہے نظروں سے مرے ساری کائنات

اختر کے جو لمحات تری یاد میں گزرے
ہیں بس وہی لمحات مرے حاصل حیات



(جنوری ۱۹۹۳ء، جنوری افریقہ)

اشکِ نیکِ مرا اور آہِ مضطر

آہ سے راز چھپا یا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر

جب عشق بولنے لگا ا اشکِ رواں کے ساتھ

اس طرح درد دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زبان کے ساتھ

دُنیا ئے عقل ہو گئی خاموش و بے زبان
جب عشق بولنے لگا اشکِ رواں کے ساتھ

سجدہ میں سر کے قرب کا عالم نہ پوچھئے
جیسے کہ یہ زمیں ہے ترے آسماں کے ساتھ

مومن کے دل پہ معصیت بارگراں ہے یوں
جیسے کہ ہر گناہ ہو کوہِ گراں کے ساتھ

یاد خدا سے دل کو ملا چینِ دوستو
پاتا ہے چینِ کب کوئی عشقِ بُستاں کے ساتھ



جس پر حسدا ہو مہرباں رہتا ہے چین سے
ہرگز نہ ہو گا بے سکون نامہرباں کے ساتھ

رب جہاں کے ساتھ ہے جس دل کو رابطہ
اختر و عا بھی اس کی ہے آہ و فغاں کے ساتھ

(بانٹے سے دنڈر لیک ڈسٹرکٹ کے دستہ میں، برطانیہ، ۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء)



بے سُر سامانی عشق

گھر چپ میں بے گھر رہا بے در رہا
پہر ترے ہی در پہ میرا سر رہا
ان کو ہر لحظہ حیات نور ملی
زیر خنجر عاشقوں کا سر رہا

گردش میں کوئی خاک بھی ہے اس کے ساتھ

کرتی ہے عقل نشرِ محبت زباں کے ساتھ
لیکن بیاں ہے عشق کا آہ و نغماں کے ساتھ

کرتا کوئی دُعا ہے فقط اس زباں کے ساتھ
لیکن زباں کسی کی ہے اشک و اں کے ساتھ

رہتی کسی کی خاک ہے اس خاکدراں کے ساتھ
گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسماں کے ساتھ

آنسو جو گر گئے ہیں محبت میں دوستو
گر کر زمیں پہ رہتے ہیں وہ اخترِ اں کے ساتھ

گلشن ہوا ہے مجھ کو بیا بیاں پر دون دوست
صحرا ہوا ہے رشک چمنِ دوستاں کے ساتھ

اختر کی یہ دُعا ہے کہ یارب کرم سے تو
دونوں جہاں میں کھنسا مجھے عاشقاں کے ساتھ

(۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء نیویارک سے بغلیو آتے ہوئے حیارہ میں)



بہرحمہ حیات ہے سلطان جاں کے ساتھ

گذری ہے جو حیات بھی عشقِ جہاں کے ساتھ
گذرا ہے اس کا ہر نفسِ آلامِ جاں کے ساتھ

عشاقِ حقِ جہاں بھی ہیں آہ و فغاں کے ساتھ
رہتے ہیں مستِ لذت و نونوں جہاں کے ساتھ

رہتا نہیں جو دوستِ ربِ جہاں کے ساتھ
کیا فائدہ جو رہتا ہے سارے جہاں کے ساتھ

ماصل جسے ہے تیری معینت ہر اک نفس
صحرا میں بھی رہ کر کے ہے وہ بوستاں کے ساتھ

نسبت عطا ہوئی جسے مرشد کے فیض سے
بہرحمہ حیات ہے سلطانِ جاں کے ساتھ

ظائر نہیں جو واقفِ آدابِ گستاں
ممکن نہیں گذر ہو کسی باغِ مہاں کے ساتھ

خستہ مرے مرشد کا ذرا فیض تو دیکھو
کس طرح دردِ دل کیا میرے بیاں کے ساتھ



اب ہو گئے میرے وقت کبھی آسنا کبھی

کچھ ساتھ ضمہ و رہے دردِ نہاں کے ساتھ
ہے میرا بطنہ اگر آہ و فغاں کے ساتھ

اخلاص سے جو رہتا ہے پیرِ مہاں کے ساتھ
رہ کر زمیں پہ رہتا ہے وہ آسماں کے ساتھ

جو حسرتوں سے رہتا ہے زخمِ نہاں کے ساتھ
وہ دل سے رہا کرتا ہے ربِ جہاں کے ساتھ

رہتے تھے میرے جو کبھی خُسنِ بستاں کے ساتھ
اب ہو گئے ہیں وقت کسی آستاں کے ساتھ

مشغول تھی جو روج کبھی این و آل کے ساتھ
رہتی ہے شب و روز وہ ربِ جہاں کے ساتھ

چلتا نہیں ہوں میں کبھی اہلِ جہاں کے ساتھ
میں چل رہا ہوں دوستوں ان کے نشاں کے ساتھ



روپڑتے ہیں کیوں لوگ مرمی داستان کے ساتھ
شاید کہ میرا دل بھی ہے میری زباں کے ساتھ

دھوکہ نہ کھائیے کبھی اہلِ فناں کے ساتھ
باطن میں ہے ہزار بظاہر خزاں کے ساتھ

طاہر کی دوستی ہے اگر باغباں کے ساتھ
محرور نہ ہوگا وہ کبھی آشیاں کے ساتھ

اختر مجھے تو آہِ بیاباں سے عشق ہے
رکمتی ہے جو کہ وقف مجھے جانِ جاں کے ساتھ

(جو ہانسبرگ، بوقتِ شب ۴ شعبان ۱۳۱۳ء)



دیوانہ زنجبیرِ لعین

پا بہ زنجیر جو دیوانہ نظر آتا ہے وہی اسرارِ صحبت کی خبر لاتا ہے
جانِ مضطر کو بصد شوقِ فدائے کوئٹہ سوسے مقتل ترا دیوانہ بڑھا ہاتا ہے

لیکن بہارِ باوجودِ خدا کے ساتھ

رہتے ہیں میراں دنوں بادِ صبا کے ساتھ
اور دل بے مست جامِ شرابِ فنا کے ساتھ

گلشن کی ہے بہار تو بادِ صبا کے ساتھ
لیکن بہارِ قلب ہے یادِ خدا کے ساتھ

ہر وقت اس کا کیف ہے رشکِ شانِ ارض
جیتا ہے جو غلامِ خدا کی نوا کے ساتھ

تو بہ خطا کے بعد ضروری ہے دو تہ
شامل اگرچہ ان کا کرم ہو خطا کے ساتھ

اختر وہ باندا کبھی ہو جائے گا ضرور
رہتا ہے روز و شب جو کسی باندا کے ساتھ

(اعلانِ شاعر، ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء)



زخمِ حسرت کی بدولت محرم منزل ہوا

نعمت بے کیفیت و کم نسبت کا جو حامل ہوا
 وہ گروہ اولیا۔ میں فضل سے شامل ہوا
 جو خدا والوں کی صحبت سے ذرا تافل ہوا
 اس کا دل فانی حسینوں کی طرف مائل ہوا
 لطف درد دل کا جس کی روح کو حامل ہوا
 عاشقوں میں وہ خدا کے بالیقین شامل ہوا
 جو حسینوں کی طرف اک ذرہ بھی مائل ہوا
 پس اسی دم دور اس کے قریب کا حامل ہوا
 حُسنِ فانی سے نظر جس نے بچائی دوستو
 زخمِ حسرت کی بدولت محرم مہسزل ہوا
 اہل دل کی بزم میں خستہ جو شامل ہو گیا
 اس کے آب و گل میں داخل جلد دردِ دل ہوا

(۹ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ، محرم مدینہ طیبہ)



دھواں اٹھا نہیں سے کہ صیادِ ظالم سے

منور کر دے یارب مجھ کو تقویٰ کے معاملہ سے
 ترے درتک جو پہنچا دے ملا دے ایسے عالم سے
 علاجِ حزن و غم ہے صرف توبہ کر گناہوں سے
 اندھیرے بے سکونی ہیں مہاسی کے لوازم سے
 جو دل سے غیر مخلص ہو و فدا داری سے عاری ہو
 بہت محنت اٹا رہنا چاہیے پھر ایسے نادم سے
 بچا برباد جس نے آخرت کو اپنی غفلت سے
 بجلا پھر فائدہ کیا اس کو دُنیا کے مفانم سے
 نہ اہل دل کی صحبت ہو نہ دردِ دل کی نعمت ہو
 تو پڑھ لکھ کر بھی وہ محسوس ہوگا قلبِ سالم سے
 کبھی کی آہ سوزندہ فلک پر عمرِ زن مجھی ہو
 تو پھر ظالم کو ڈرنا چاہیے اپنے مظالم سے
 کہیں شامل نہ ہو طائر کی بھی آہ و فغان اس میں
 دھواں اٹھا نہیں سے یہ کہ صیادِ ظالم سے
 کتب خانے تو ہیں بہت آفاق عالم ہیں
 جو ہو اللہ کا عالم ملو تم ایسے عالم سے



خدا کے حکم پر اپنا گم کر دو

خدا کے حکم پر اپنا سہ تسلیم غم کر دو
گناہوں پر ندامت سے تم اپنی چشم نم کر دو
دل دیراں کو یاد حق سے تم باغِ ارم کر دو
عجم کو نور حق سے منظرِ نورِ حرم کر دو
گناہوں کی خوشی کو خوفِ مشر سے الم کر دو
اور اپنے آنسوؤں میں اپنا خونِ دل بہم کر دو
گنہ کی صبح کو خوفِ خدا سے شامِ غم کر دو
ندامت سے پھر اپنے دل کو رشکِ عالمِ جم کر دو
مگر اُن کی راہ میں تم قلبِ جاں کو وقتِ غم کر دو
فلک سے اس زمین سجدہ کو تم اپنی ضم کر دو
خدا کے نام پر قربان تم ساری نعم کر دو
اور اختر اپنے قلبِ جاں کو تم نذرِ حرم کر دو



وہ خاکِ حزن پر آیا بن کر آسمان آیا

بمخندہ مرے دل میں وہ سلطانِ جہاں آیا
لغتِ تعبیر سے قاصد ہے بافوق البیابن آیا

سنا ہے جلوہ اس کا کینت و کم سے پاک ہے لیکن
دلِ عارف میں آیا کس طرح فوق اللسان آیا

اسی کو اہل نسبت صوفیا حضرات کہتے ہیں
جو سلطانِ جہاں ہو کر کے بے نام و نشان آیا

علامتِ اہلِ دل کی دوستوں ظاہر نہیں ہوتی
مگر منبر پہ جب آیا تو با آہ و فغاں آیا

معیتِ خاصہ کا دل میں گواہی رہتا ہے
بگاہوں میں مگر اس کا اثر تو بے زباں آیا

بڑھی مدت سے دردِ دل لیے خاموش تھا عالم
مگر محفل میں جب آیا تو با آتشِ فشاں آیا

فیضِ مُرشدِ کامل جو نسبت کا ہوا عامل
وہ خاکِ جسِ زمیں پر آیا بن کر آسمان آیا



شکستِ آرزو سے دل شکستہ ہو گیا لیکن

ہمارا دردِ دل بن کر کے خورشیدِ جہاں آیا

لگایا جس نے غیر اللہ سے دل ایسے ظالم کو

جہاں دیکھا اسے لے دو ستونوحہ کھنایا

ہزاروں خونِ حسرت سے بہت خونِ تمنا سے

شکستہ دل میں آیا اور چہرہ کیسا عیاں آیا

معیتِ خاصہ جب اہلِ دل کو بل گئی آخرتہ

وہ جب آیا ہے منسبہ پر تو باسحر بیاں آیا



ظلمتِ معصیت و الوارطاعت

پوچھے نہ کوئی اُفِ دل برباد کا عالم

بیسیسے کہ جہنم میں جو حساب لاد کا عالم

واللہ کہوں کیا دل آباد کا عالم

جنت کی بھی جنت ہے ترمی یاد کا عالم



بزرگی کرد و فدا کی نام

جو بھی ہو گا ساقی نے کاغذ نام
رہ نہیں سکتا وہ ہرگز ترش نہ کام

ایک دن عاشق کی سعی نام تمام
لطف سے مالک کے ہوگی خوش مرام

ناز تقویٰ کب ہے عاشق کا مہم تمام
وہ ندامت سے ہے ہر دم شاد کام

جس کی قسمت میں ہے جنت کا مقام
راہ سنت کا ہے اس کو آہتمام

جو نہیں کرتا بڑوں کا احترام
اس کا ذلت سے لیا جاتا ہے نام

لے بڑائی سے جو اہل اللہ کا نام
اس سے کب دو چپ ہو ظالم بے لگام



اہل دل کا جو ہوا دل سے عنسلام
عاشقوں کا ہوگا وہ اک دن امام

خُن کے ساتی کو دے دو یہ پیام
ممت لگا مُنہ سے مرے جامِ حرام

آسمانوں سے اترتی ہے جوئے
اس کے پینے کو کہا کس نے حرام

دیکھئے فیضانِ تسلیم و رضا
صبح گلشن ہے ہمارے عزم کی شام

حسدوں کا بس یہی انعام ہے
جل رہے ہیں کیسے ان کے صبح و شام

جو ہننے بنائیں بجا کر صبحِ دم
اُن سے سننا ہوں فعنانِ طبلِ شام

دوستوں کو یہ خستہ کی صدا
زندگی کر دو فنا مالک کے نام

(ری یونین - ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء -)



جو بندہ تابع فرمان رہے گا

جو غیر حق پہ قلب سے قربان رہے گا
انسان کی صورت میں وہ شیطان رہے گا
ممکن نہیں کہ قلب میں وہ پین پاسکے
جب تک کہ کوئی عامل عصیان رہے گا
فانی بتوں کے عشق میں ہو گا جو مبتلا
تا عمر دوستو وہ پریشان رہے گا
دونوں جہاں میں پائے گا وہ چین کی حیات
جو بندہ ترا تابع فرمان رہے گا
فانی بتوں سے صرف نظر کر نہیں کیا
دریائے قلب میں ترے طوفان رہے گا
ظالم اگر رہے تو مری انجمن سے دور
اے حُسن ترا عشق پہ احسان رہے گا
سُننا ہوں میں عالم ہیں یہ اختر کی زباں سے
عاصی کو قرب خاص سے حرمان رہے گا



وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

حُسنِ مُبتاں سے جو دل آباد کر رہا ہے
وہ اپنی زندگی کو برباد کر رہا ہے
جو نفس کو گستاخوں سے شاد کر رہا ہے
وہ روح کو معذب ناشاد کر رہا ہے
وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے
جو یاد کر رہا ہے مولیٰ کو اپنے دل میں
سمجھے کہ اس کا مولے بھی یاد کر رہا ہے
انعام ذکر کا یہ فتراں نے بتایا
ذاکر کو اس کا مولیٰ بھی یاد کر رہا ہے
پیاسوں کا یاد کرنا پانی کو ہے مُسَلِّم
پانی بھی اپنے پیاسوں کو یاد کر رہا ہے
گر یاد کر رہی ہے یہ خاکِ آسماں کو
اخترِ فلکِ زمیں کو بھی یاد کر رہا ہے



آبرو خوار پی عاشق مجاز

روتا ہے سر پہ خاک اڑا کر وہ کو بکو
منزل پہ گا مزن نہ ہوئی اس کی جستجو
جیب و گریباں پھاڑ کے کرتا ہے ہا وہو
کونل کی طرح باغ میں کرتا ہے کو وکو

اس آہوتے سخن کے لیے سو بہتن کیے
پھرتے ہیں میر دشت میں سر پہ کفن لیے

مدت کے بعد جب نظر آیا وہ نازیں
مانسی کی داستان محبت تھی سرنگوں
دونوں کی آبرو بھی تھی مدفون قبر میں
اور کربلائے قتل محبت سے اشکِ نوحوں

سنبل کے تازیاں سے سوسن کے دار سے
بھاگے بے میر نالہ کناں کوئے یار سے



عشقِ مریزی کا عذاب

دل کو دے کر حُسنِ فانی پر نہ اُجڑا جائے گا
حُسن کا اُجڑا ہوا منظر نہ دیکھا جائے گا
یہ حسیں تجھ کو کبھی آباد کر سکتیں
تیرے دل کو جزا لم کچھ شاد کر سکتیں
عشقِ صورت ہے عذابِ نارِ عاشق کے لیے
زندگی کس درجہ ہے پُر خارِ فاسق کے لیے
صورتِ گلِ ہیں مگر حُسنِ رُوس سے بڑھ کر پُرالم
صورتِ ثمان کا کرمِ عاشق پہ ہے صد ہاتم
اے حُسنِ کشتی مری طوفانِ شہوت سے بچا
ان حسینوں کے عذابِ نارِ الفت سے بچا
چار دن کی چاندنی پر سیر مت جانا کبھی
آفتابِ حق سے ظلمت میں نہ تم آنا کبھی



عارض وگیکو کی ہیں یہ عارضی گل کاریاں
چند دن میں ہوں گی یہ ننگ حناں پھولاریاں

ان کے چہروں سے نکالنے دن میں جب جڑ جائے گا
میراُن کو دیکھ کر تو شرم سے گڑ جائے گا
ایک دن بگڑا ہوا جغرافیہ ہو گا صنم
دیکھ کر جس کو تو ہو گا محو حسرت محو غم

مال و دولت دین دایاں آبرو پیمان و دستار
سب لٹا کے ایک دن ہو یقیئاً شرمسار
بارحسا دیکھا کہ کیسے کیسے خورشیدِ قمر
چند دن گذرے کہ آئے وہ خمیدہ سی کمر

آہ جن آنکھوں سے شربتِ رُوح افزا تھامیاں
چند دن گذرے کہ ان آنکھوں سے اٹھتا تھا جواں
سُرخِ رُخسار جو تھی آہ کل برگِ گلاب
عاشقوں کا دل تھا جس کو دیکھ کر مثلِ کباب

چند دن گذرے کہ وہ چہرے ہو نفعی ہو گئے
عاشقوں کے چہرہ الفت بھی احمق ہو گئے



ڈھونڈتا ہے میرا ب اُن کے لبوں کی سُرخیاں
پر نظر آئیں فقط چہرے پہ ان کے تجزیات

ان کی زلف سیاہ پر جب سے سفیدی چمکی
ہر کئی خستہ غم حسرت سے پھر مجھ گئی



مرقعِ عبت

تجلی چہرے جو ہوں گے بینکن
وہ شاعرِ زادی لگے کی بینکن
وہ شاہزادہ لگے گا بھنگی
یہ دانستہ بل کر اکھڑیں گے
نہ سُننا لے میرا اُن کی ہرگز
لگا بڑھاپے سے مجھ کو فتو
ہوئے ہیں پسیری میں مثلِ تلی
بچاؤ اپنی نظر کو خستہ

تو ٹوٹ جائیں گے سارے بندھن
اگرچہ پہننے وہ لاکھ کسنگن
اگرچہ کر کے آئے وہ کھنگھی
لگائیں ان پر ہزار منجمن
کہ نفس و شیطان ہیں تیرے دشمن
اگرچہ پہننے ہوئے ہے پکن
جو تھے جوانی میں شیرِ افکن
یہی ہے بس اک طریقی حسن



معراجِ عشق

یہ نظم چغتاری منزل ملی گزرد میں لکھی تھی جبکہ حضرت اقدس پھولپوری مولانا علیہ
سے ہمراہ وہاں صمان تھا۔ ————— (مجموعہ اختر)



رہوں روز و شب گر چہ باغِ ارم میں وہ دونوں جہاں دیں عمومِ کرم میں
کروں عیش کو ہر طرح کی نعم میں عطا ہفت اقلیم ہو ہر قسم میں
مے دل میں تیرا اگر غم نہیں ہے
تو یہ ساری راحت کم از کم نہیں ہے
بہت خوش نما ہیں یہ بنگلے تمہارے یہ گلوں کے جھرمٹ یہ نگینے نطائے
ارے جی رسبے ہو یہ کس کے سہارے کم کرنے سے ہو جائیں گے سب کنارے
اگر قربِ جان بہاراں نہیں ہے
یہ ننگ حراں ہے گلستاں نہیں ہے

تھیں سے ہے جنت بھی جنت ہماری نہ تو تم تو جنت میں بھی ہوں میں ناری
محبت کی دل پر لگے ضربِ کاری مری کامیابی کی آجائے باری



مری جاں کا کوئی سہارا نہیں ہے

بجز تیرے کوئی ہمارا نہیں ہے

یہ ہے عشق میں امتحان کس بشر کا بنائے ذبیحہ جو اپنے پر سر کا

پدر سے ہے اعجاز قلب و جگر کا پر سے ہے اعب از تسلیم سر کا

ترے علم پر کیا گوارا نہیں ہے

کوئی تجھ سے بڑھ کر پیارا نہیں ہے

ترے عشق کے عزم کا ادنیٰ اثر ہے کہ جاں سر پر کف زیر تیغ و تبر ہے

بکوائے ملامت کوئی در بدر ہے بشوق شہادت کوئی دار پر ہے

اگر آپ کا عزم ہمارا نہیں ہے

مجھے ہر دو علم گوارا نہیں ہے

ملائک زخون شہیدان بنت محبت کی ہمت سے ہیں مجھ حیرت

کما تھا کہ مفسد بشر کی ہے فطرت ولے شاد باش لے جنون محبت

ترے غم سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہے

بشر سے یہ اعب از غم کم نہیں ہے

بہت سے سلاطین ٹوٹے گھر سے بے گھر دلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر

مزدہ ان کو آیا جو اس سنگ در پر تو پایا فقیری کو شامی سے بہتر

وہ دل جس میں بلوہ تھا را نہیں ہے

وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے



بجھی تو بہ آہ و فغاں رو رہا ہوں بجھی دل ہی دل میں نماں رو رہا ہوں
بجھی اک خلش سی محض پارہا ہوں بجھی خون آنکھوں سے برسا رہا ہوں

ترے غم کا جو ہائے مارا نہیں ہے

بجھی کا وہ جو پرتھرا نہیں ہے

جگہ ہے وہی ساری دُنیا میں خوشتر جہاں آپ کے در پہ ہوگا مرا سر
نہ ہرگز مرا سر ہو اور غیر کا در یہی ہے شبِ روزِ فریادِ اختر

جو ہے آپ کا بس وہی ہے ہمارا

ہمارا نہیں جو نہیں ہے تمہارا



نصیحتیں برائے شائقینِ مجاز

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا

کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہو گا تو پھر کیا کرو گے

زحلِ مشتری اور مریخ لے کر



خون کا ہمسار

(یعنی مجاہدہ راہ سلوک)

عارفانِ زمانہ ہر دم آمنوں
کہ گذر کر دنیا از دریا تے خون

(ردی)

سنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہو لہاں کا منظر مراسر ہے زیرِ خنجر
مرے خون کا بحرِ احمر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

میں کلی ہوں ناشگفتہ مری آرزو شکتہ
میں ہوں ایک ہوشِ رفتہ مرا دردِ راز بستہ
مری حسرتوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرے دل میں غمِ نہاں ہے مری چشمِ خونِ فشاں ہے
مرے لب پہ وہ فشاں ہے کہ فلک بھی نوحہ خواں ہے



مری بے کسی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طور سینا

مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری آہ کا اثر ہے مرے درد کا اثر ہے
کہ جہاں بھی سنگ ہے مرے آنسوؤں سے تر ہے

مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم زدہ بگر ہے مری چشم چشم تر ہے
مرا کھر خوں سے تر ہے مرا بڑ لو سے تر ہے

مرے بحر و بر کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو حنا لقاں جہاں ہے وہی میرا راز داں ہے
مرا سال خود زباں ہے مرا عشق بے زباں ہے



بھسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری منکر لا مکاں ہے مرا دردِ حبا وداں ہے
مرا قصہ دلتاں ہے مری رگ سے خونِ رواں ہے

مرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم خوشی سے بہتہ مرا حسرتِ گل سے خوشتر
مری شبِ فتر سے انور غمِ دل ہے دل کا زہر

غم رہنا کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ کرم ہے ان کا آخرتہ جو پڑا ہے ان کے در پر
کوئی زخم ہے جگر پر غمِ شام ہے حسرت پر

مری زندگی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

(کراچی ۱۳۹۲ء)



مری چشم تر خون برسا رہی ہے

مری چشم تر خون برسا رہی ہے
جہاں بھی کہیں سنگٹ پارہی ہے

مری آہ کی کچھ حسب لا رہی ہے
صبا آج با چشم تر آ رہی ہے

یہی آہ دل دل کو گرما رہی ہے
محبت کی تکمیل مندما رہی ہے

نہ پوچھو تمہتی آہ سحر کو
ضیائے مہ و مہر شہما رہی ہے

بصد شوق بصد تلام کے اندر
مری ناؤ زیر و زبر جا رہی ہے

تمہے جذبِ نور شید شبنم مبارک
سوئے یار بے بال و پر جا رہی ہے

مبارک تمہے اے مری آہ مضر
کہ مسندل کو نزدیک تر لا رہی ہے

بکوئے حبیبیے دل تشنہ کا
فناں سیر می شام و سحر جا رہی ہے



نوشہ آن نگارے نگہ پر خمارے
کہ عشاق کو دار پر لارہی ہے

نہ پوچھو شب عنم کی تار کیوں میں
اب آہ سحر جلوہ مند رہی ہے

ہٹو میسری نظروں سے امواج نکلیں
یہ کشتی پسیا کے نگر جا رہی ہے

بتائے سحر اس کے جلووں کے آگے
بہ این لاف و دعویٰ کہ حیر جا رہی ہے

ہے سرور دل کی تباہی پہ خستہ
کہ ہر سو تجستی نظر آ رہی ہے



علاج تکبر

الماری اُسرار کے تالہ کو ذرا کھول ظاہر ہوا جاتا ہے ترے ڈھول کا سب بول
اے نطفہ ناپاک تو آنکھیں تو ذرا کھول زیبا نہیں دیتا ہے تکبر کا تیجے بول



پھر نعرہ مستانہ ہاں اس دل دیوانہ

پھر نعرہ مستانہ ہاں اے دل دیوانہ
 زنجیرِ علاقہ پر چھسے ضرب ہو زندانہ
 پھر اشکِ بزمِ ہوا ہو چھسے چاکِ گریباں ہو
 پھر صحرا نورِ دی کا دھڑکا کوئی افسانہ
 کیوں رشکِ گلستاں ہے خاموشیِ دیرانہ
 صحرا کی طرف شاید پھر ہے رُخِ دیوانہ
 رو دو کے کوئی جنوں زنداں میں کہہ رہا تھا
 یارب مرا دیرانہ یارب مرا دیرانہ
 دستِ جنوں کی طاقت دیکھے کوئی فرزانہ
 زندانِ علاقہ سے بھاگا ہے وہ دیوانہ
 فرزانگی کو بدلے دیوانگی سے دم میں
 مل جائے اگر اے دل تجھ کو کوئی مستانہ
 محبوبِ حقیقی سے کب تک لے ہے گا غافل
 ہاں نفسِ پرتو کر دے اک وار دیرانہ
 محرابِ دل کی صحبت پا جا سئے کوئی اختر
 ہو خاکِ تن سے نساہرِ غنچی کوئی حسنرانہ



فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے

یہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
 یہ اُمیدِ نصیحتِ دوستو اس کی اشاعت ہے
 جسے حاصل کر مے اُنکے توفیقِ انابت ہے
 یقیناً اس کو حاصل رشکِ صدِ اقلیمِ دولت ہے
 کرم ہے اُن کا جو حاصل تجھے حُسنِ خطابت ہے
 مگر رب کی مشیت پر ہی تاثیرِ ہدایت ہے
 اگر حاصل کسی کو راہِ حق پر استقامت ہے
 تو یہ اللہ کی جانب سے رحمت اور نصرت ہے
 اگر خونِ تناسل سے ہمارے دل میں حسرت ہے
 مگر پوشیدہ اس میں اُن کی قربتِ رشکِ منت ہے
 گناہوں کی تناسل آہِ نطفِ الم کیسی فطرت ہے
 کہ جس کی ابتدا تا انتہا ظلمت ہی ظلمت ہے
 ہمیشہ یاد رکھنا ان کو آخرِ دردِ نسبت ہے
 نہیں ہے صاحبِ نسبت جو ظالمِ اہلِ غفلت ہے

(دارالعلومِ اسلامیہ، لاہور، ۳۔ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ)



ترے عاشقوں پہ جینا ترے عاشقوں پہ مرنا

ہے اسی طرح سے ممکن تری راہ سے گزنا
کبھی دل چسب کرنا کبھی دل سے شکر کرنا

یہ تری رضا میں جینا یہ تری ضما میں مرنا
مری عبدیت پہ یارب یہ تہے سیرا فضل کرنا

یہی عاشقوں کا شیوہ یہی عاشقوں کی عادت
کبھی گریہ دیکھا ہے کبھی آہ سرد بھرنا

یہی عشق کی علامت یہی عشق کی ضمانت
کبھی ذکر ہو زباں سے کبھی دل میں یاد کرنا

مری زندگی کا حاصل مری زینت کا سہارا
ترے عاشقوں ہیں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگ پہ مرنا



یہ تری عنایتیں ہیں یہ تری مدد کا صدقہ
مری جان ناتواں کا ترے عزم پہ صبر کرنا

یہ تری عطا ہے یارب یہ ہے تیرا جذب پنہاں
مرانا نہ ندامت ترے سنگ در پہ کرنا

مرا ہر خطا پہ رونا ہے یہی مری تلافی
تری رحمتوں کا صدمتہ مرا جرم عفو کرنا

تری شان جذب ہے یہ تری بندہ پروری ہے
مرے جان و دل کا تجھ کو ہمہ وقت یاد کرنا

بھی اہل دل کی صحبت جو ہلی کسی کو خستہ
اے آگیا ہے جینا اے آگیا ہے مرنا



حُسنِ عارض کا عارضی ہونا

اُس کے عارض کو لغت میں دیکھو کہیں مطلب نہ عارضی نکلے

اشاعت پر شعروں کی نصیحت ہے

یہ فیض صحبت ابرار یہ دردِ محبت ہے
اشاعت میرے شعروں کی بامید نصیحت ہے

محبت درحقیقت اتباعِ راہِ سنت ہے
نبی کا راستہ ہی حاصلِ عشق و محبت ہے

یہ دعویٰ عشق کا جو بھی خلافِ راہِ سنت ہے
محبت نام کی تو ہے مگر دراصل بدعت ہے

محبت کو تو بس محبوب ہی سے خاص اُفت ہے
کہاں اغیار سے اس کو بھلائے کی فرصت ہے

یہ گانے اور ڈھولک اور طبلے کی جو سنت ہے
کہاں سنت سے ثابت ہے سراسر فضیلت ہے

میر جس کو سنت پر عمل کرنے کی نعمت ہے
تصوف میں اسے حاصلِ عظیمِ اِشراقِ عظمت ہے



وہی شیخ طریقت دوستو محبوب ملت ہے
کہ جس کے ہاتھ میں ہر وقت شمع نور سنت ہے

ہوا پر اڑ کے دکھلانے کی بھی گراہ کو قدرت ہے
اے شیطان سمجھو کہ خلاف راہ سنت ہے

مرے مرشد کو حاصل جو غم احیاء سنت ہے
عظیم الشان دولت ہے عظیم الشان نعمت ہے

ضیاء مہر شمسندہ پر پیش نور سنت ہے
کہ سنت دوستو گویا کہ خود شمع نبوت ہے

وہ سالک جس کا دل بھی حامل در محبت ہے
اے غیروں کو دل دینے سے اختر سخت نفرت ہے



ضمانت مغفرت کی دوستو! اشکِ ندامت ہے

یہ مانا معصیت میں مجرمانہ تھوڑی لذت ہے
مگر اس پالنے والے سے یہ کیسی بہت اوت ہے

ذرا سی دیر کی لذت ہمیشہ کی ندامت ہے
جنسازہ آبرو کا دفن کرنا کیسے حماقت ہے

ترمی یہ سہرکشی حق سے ارے کیسی جبارت ہے
خدا سے تیرے بے غوفی بھی ظالم کیا قیامت ہے

یہ مرنا مرنے والوں پر کھلی کیسی حماقت ہے
اور ان کی زندگی دونوں جہاں میں کیسی غارت ہے

فنا ہوتا ہے جب جغرافیہ اس حُسنِ فانی کا
پتہ چلتا ہے تب یہ عشقِ فانی کیسی لعنت ہے



زمینِ محبرماں ان محبرموں پر کیسی اُلٹی ہے
پھر ان پر پتھروں کی ایسی بارش کیسی لعنت ہے

عذابِ نار سے بچنا ہے تو کر توبہ صادق
ضمانتِ مغفرت کی دوستو! اشکِ ندامت ہے

یہ توبہِ جلد ہے مقبول اہلِ دل کی صحبت میں
جہاں اللہ والے ہیں برستی واں پر رحمت ہے

وہ تقویٰ جلد پا جاتا ہے اختر ان کی صحبت سے
گناہوں کی پُرانی گرچہ اس کی سخت عادت ہے



ندامتِ عاشقانِ مجاز

اس کا جمال تھا فنِ چہرہ پہ آگئی خزاں
اپنی تمام عاشقی بن گئی شرم کا علم
اپنا سر نیب ز تھا قدموں پہ آہ جن کے نم
ان کی خزاں کو دیکھ کر چشم ہے آج میری نم

اسی کی روح میں ہوتا ڈرو پنہانی

اسی کی روح میں ہوتا ہے درو پنہانی
جو رہ کے دُنیا میں رہتا ہے بن کے یزدانی

غناہ کرنے سے آئے گی وہ پریشانی
کریا د آئے گی جس سے تجھے ترسی نانی

یہ نفس سخت ہے دشمن نہ اس کا کہنا سُن
نہیں تو ہو گی تجھے ایک دن پشیمانی

ذرا سی دیر کی لذت ہے دائمی ذلت
غناہ کرنا ہے اے دل بہت ہی نادانی

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کچھ مزہ بھی نہیں
غناہ کرنے میں ہے سیکڑوں پریشانی

مرے پیامِ محبت کو سُن لے لے اختر
تو اپنی روح کو بس کرحسدا پہ دیوانی

(۹ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ حرم مدینہ پاک)



نفس دشمن شہرین کو ہناشاد کر

اپنے مالک سے اٹھ کر کے فریاد کر
دل کو سجدہ میں رو رو کے آباد کر

روح کو نور تقویٰ سے تو شاد کر
نفس دشمن ہے دشمن کو ہناشاد کر

دل کو نور خدا سے تو آباد کر
اور گناہوں کی خواہش کو برباد کر

حمد سے اس زباں کو تو حسنا د کر
سر کو چوکھٹ پہ ان کی تو سجاد کر

قلب و جاں کو تو اس در پہ عباد کر
اور سکون دل و جاں کو حسنا د کر

اپنی خوشیوں کو خستہ تو برباد کر
اپنے رب کی خوشی سے دل آباد کر



رفقار کا گفتار کا کردار کا عالم

جب سے بے مرے سامنے مولائے کائنات
دربار سے پوچھے کوئی دربار کا عالم
جب سے ہوا ہے خالق گلشن سے رابطہ
گلزار سے پوچھے کوئی گلزار کا عالم
شمس و مہر کی روشنی سب مانند پڑ گئی
جب سے دیا اللہ نے انوار کا عالم
دیکھو تو عاشقوں کی ذرا شان دوستو
رفقار کا گفتار کا کردار کا عالم
مگر اتباع سنت نبوی کا ہو چلن
رفقار سے پوچھے کوئی رفقار کا عالم
جب حشر میں بخشیں گے گناہوں کو کرم سے
کیا ہوگا بھلا آپ کی سرکار کا عالم

(دارالعلوم منیہ، بیٹیلو، امریکہ) ۲۳ ستمبر ۱۹۹۳ء



جلسہ قرب محبت

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گذرتا ہے
زباں خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے
اگرچہ راہ تقویٰ میں ہزاروں غم بھی آتے ہیں
مگر جو عاشق صادق ہے غم کو سہتا رہتا ہے
صلہ عشق محبازی کا یہ کیسا ہے ارے تو بہ
کہ عاشق روتے رہتے ہیں صنم خود سوتا رہتا ہے
خطاؤں کی اگر آئی ہے دامن پر ذرا سیاہی
تو اپنے آنسوؤں سے عشق اس کو دھوتا رہتا ہے
گنہگاروں کی مت تحقیر کر اے زاہدِ ناداں
کہ ان کی آہ و زاری پر فلک بھی روتا رہتا ہے
بہ فیض مرشدِ کامل جو دردِ دل ہوا حاصل
تو دل پر جلسہ قرب محبت ہوتا رہتا ہے
جو غیروں پر فدا کرتا ہے اپنے قلب و جاں آخر
بہ جرم بے وفائی حق سے وہ محروم رہتا ہے



وہی پاپنزلن جو ہر بج رہتا ہے

یہی تو عشق کا جغرافیہ دن رات رہتا ہے
کہ ہر تاریخ حسرت پر وہ رضیٰ ل سے رہتا ہے

خطا صادر اگر ہوتی ہے تو اشکِ ندامت کا
حضورِ سجدہ حق ایک دریا سا بھی بہتا ہے

یہ ان کی راہ میں چلتا ، نہیں خوبی ہے رہر کی
کہ مالک کے کرم کا ہر دم مرہون رہتا ہے

علامت ہے کہ یہ طالب ہوا ہے صاحبِ نیت
رہ تقویٰ میں جو بھی رات دن ہر غم کو بہتا ہے

یہی ہے تجربہ دُنیا میں سب اللہ والوں کا
وہی پاتا ہے منزل ساتھ جو رہبر کے رہتا ہے



پینزل کی طلب بھی جذبِ منزل ہی کا صدقہ ہے
وگرنہ مست دنیا ہی میں یہ انسان رہتا ہے

دلیلِ کامیابی ہے تلاشِ مرشدِ منزل
کہ بے رہبر ہی منزل سے سدا محروم رہتا ہے

ہلی ہیں لذتیں دونوں جہاں کی اس کو اے اختر
جو اپنے مالکِ جاں پر فدا جاں کرتا رہتا ہے



دل کا مصروفِ تقی

ظالم ہے عدل کے خلاف غیر کو دل دیا اگر
جس نے دیا ہے دل تجھے دل کو فدا ہی پہ کر
اس کا سکون چھین گیا مرکز سے جو ہوا حبدا
مرکز دل خدا ہے بس دل نہ فدا کسی پہ کر



ہر اک ذرہ کو رہنما دکھنا ہوں

میں جب بھی یہ ارض و سما دیکھتا ہوں
ہر اک ذرہ کو رہنما دیکھتا ہوں
ہر اک رند کے جام و مینا کا عالم
ترے سیکرہ کا گدا دیکھتا ہوں
بہت سا غم کو دنیا میں دیکھا
مگر تجھ پہ سب کو حسد دیکھتا ہوں
خزاں میں ہر اک بوستاں خشک دیکھا
ترے باغِ دل کو حسد دیکھتا ہوں
زمانے کے رندوں سے ہمتا ہوں لیکن
ترسی مستیاں کچھ سوا دیکھتا ہوں
ترے عالم کو کا منظر وہ دیکھا
کہ آزاد ہر ما سولہ دیکھتا ہوں
ترے درد و غم کو لے آختہ ہمیشہ
رہ عشق میں ناحسدا دیکھتا ہوں



ریشکِ جنت سے تڑپنا خوشنودی

ریشکِ جنت ہے تڑپنا خوشنودی
 جب ملی توفیقِ سرفراز گندگی
 ہے گناہوں میں جہنم کا اثر
 ان کی مرضی پر کریں قربان جاں
 جو رہے گامستِ شانِ خواجگی
 اُف گناہوں سے تڑپنا آلودگی
 فکرِ عقبی سے تڑپنا افسردگی
 رابطہ کر جبکہ اہل اللہ سے
 صحبتِ نیرکاں سے انحرافِ یکدن
 ننگِ دوزخ ہے تڑپنا ناراضگی
 اُن سے حاصل ہو گئی وابستگی
 کس قیامت کی ہے دل میں تیرگی
 بندگی کی ہے یہ روحِ بندگی
 پا نہیں سکتا وہ رُوحِ بندگی
 اور نہیں تجھ کو شعورِ گندگی
 صرف دُنیا سے تڑپنا دلِ بستگی
 تا نہ ہو برباد تیرے زندگی
 دور ہو جائے گی تیرے خستگی



مُرشد سے درخواست کرنے

ساقیا حسبِ اہم الفت پلا دے میری اصلاح کی بھی دُعا دے
میرے مولا سے مجھ کو بلا دے اور گناہوں کو مجھ سے چھڑا دے
مجھ کو نفرت ہو ہر معصیت سے رُوح کو میسر ہی ایسی دُعا دے
ہو تقاضا اگر معصیت کا ہوں نہ مغلوب، ہمت خُدا دے
اپنی آہِ سحر میں یہ کہنا اے خدا اپنی کامل رضا دے
پہین کی نیند مجھ کو سُلا دے خوابِ غفلت سے مجھ کو جگا دے
بندب سے مجھ کو اے میرے مالک اہل تقوٰے کرم سے بنا دے

اپنے اہمیت کو رُسوا نہ کرنا
اس کے عیبوں کو یارب چھپا دے



اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے

لطفِ گلشنِ محبی دے لطفِ صحرا بھی دے
اس چمن میں کوئی عنبر کا مارا بھی دے
ایسی کشتی کو موجوں کا کچھ ڈر نہیں
مالکِ بحر و بر جب سہارا بھی دے
موجِ غم میں بے کشتی بھنسی اے خدا
فضل سے اس کو کوئی کسارا بھی دے
مجھ کو حسرت میں بھی یاد تیر سی ہے
اے خدا عاشقوں کا نظارا بھی دے
یوں بیانِ محبت زباں پر تو ہے
اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے
اپنے آخرتہ کو دے نعمتِ علم بھی
اور زباں پر محبت کا نعرہ بھی دے

(جنوبی افریقہ - ۲۴ شہان ۱۳۱۳ھ)



تو سمجھے مری بے گلی کو

جب لگائی ہے دل کی لگی کو
تب وہ سمجھے مری بے گلی کو
سمجھو عکس کعبے پائے حشم
ارض طیبہ کی ہر حسد گلی کو
چار سوان کی نسبت کی خوشبو
کھیا ہوا ہے یہ دل کی گلی کو
نیزد غائب ہے اور چشم تر ہے
عشق سمجھے تھے وہ دل لگی کو
قیس نے بس سے پائی تھی سیلی
چومتا تھا کبھی اس گلی کو
کیوں نہ چومے بسد شوق مومن
ان کی نگری کی حسد ہر گلی کو
اپنی یادوں کے صدقے میں خستہ
دل لگی کر دیا بے گلی کو



بے سیلی اللہ علیہ وسلم



سکون دل در محب اہل دل

سولائے تیرے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یارب جدھر بھی جاؤں
کے غم جان و دل سناؤں کے میں زخمِ سب گرد کھاؤں

یہ دُنیا والے تو بے وفا ہیں وفا کی قیمت سے بے خبر ہیں
پھر ان کو دل دے کے زندگی کو جفا سے آہنگ کیوں بناؤں

یہ بُت جو محتاج ہیں سراپا عِسلام ان کا بنوں تو کیوں کر
غلام کا بھی غلام بن کر میں اپنی قیمت کو کیوں گھاؤں

یہ مانا ہم نے چمن میں خوشترنگ گل سے بلبل ہے مست و شیدا
مگر نیشن جو عارضی ہو تو اس کو مسکن میں کیوں بناؤں

مجھے تو اختر سکون دل گر ملا تو بس اہل دل کے در پر
تو ان کے در کو میں اپنا مسکن صمیم دل سے نہ کیوں بناؤں



اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

عالم ہجر کو مرے تو نے وصال کر دیا
یعنی ہماری آہ کو واقف حال کر دیا

اپنا جہاں دکھا کے یوں محو جمال کر دیا
میری نظریں میں یہ جہاں خوابِ خیال کر دیا

میرا پیغام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہ بے نوا تو نے کمال کر دیا

میرے قومی تو اس قدر ہوتے ابھی نہ مضحل
اے دل جلتائے غم تو نے نڈھال کر دیا

ذوق طلب بھی مختلف دہریں دیکھتا رہا
اختر بے قرار نے تیرا سوال کر دیا



آہماری کائنات دل سحر شوقمیر

دل میں ان کی یاد کی لذت ہو اے درد بگر

پھر ترا کیا شام غم اور کیا تری آہ سحر

دل تو کچھ روشن نہیں ہے تم سے اے شمس و قمر

کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر

تجھ سے روشن ہیں جہان درد کے شمس و قمر

اے امام درد دل اے رہبر درد بگر

اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن

اے ہماری کائنات دل کے نور شہید و قمر

میں نے یہ دیکھا، نہیں ہمت سکوں تیرے بغیر

گرچہ حاصل ہو مجھے کل کائنات بحر و بر

اے خدا کیا رابطہ ہے تجھ سے ان ارواح کو

بے ترے پاتی نہیں جو چین با صد مال و زر

آسمان دل پہ ان کے غم کے تارے ہوں اگر

پھر شب تاریک میں مجی طے ہو منزل بے خطر

مگر ہے جان زندگی سے دور کوئی زندگی

تلخ کر دیتی ہے آہستہ تلخی شام و سحر



تلاش دیوانہ

اختر ہمیں تو چاہیے وہ زند بادہ نوش
جس کو ہو فکر حبس ام نہ ہو فکر ناؤ نوش

ہو جس کی موت و زندگی بس اس کے نام پر
دونوں جہاں کو کھیل گیا اس کے نام پر

جو روح چین پاتی نہ ہو اس کے غیر سے
وحشت سے بھاگی پھرتی ہو ہر ایک ڈیر سے

سینہ میں ہو جو درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

اللہ کے درد سے وہ اس طرح اختر
ارض و سما کی فیض ہو جائے منور

یا رب ترے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے واسطے یہ ارض و سماوات

لے زند بادہ نوش سے مراد اللہ تعالیٰ کا شوق ہے ملے جام سے مراد جام معرفت و محبت الہیہ ہے۔



جیتے ہیں جو ترے لیے مرتے ہیں ہم وہیں
جس دل میں تو نہیں وہاں جائیں گے ہم نہیں

دل جاتے جب وہ درد شناسائے محبت
پھر شوق سے کر دوں سدا گلہائے محبت

پلوچھوں گا میں اس سوختہ جاں سے یہ بادب
ہم تشنہ لبوں کو بھی پلائے گا جام کب

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامن تر اشکِ رواں زلفِ پریشاں

کس کے لیے دریا تری آنکھوں سے رواں ہے
کس کے لیے پیری میں بھی تو رشکِ جواں ہے

کس کے لیے لب پر یہ ترے آہ و فغاں ہے
کس برق سے اٹھتے یہ نشیمن نے حواں ہے

ہے کس نگہ پاک کا تیرے جسگر میں تیر
اک غلق ہوئی جاتی ہے جس درد کی اسیر



تیرے چمن کو کیسے اجاڑے گی وہ خزاں
جو خود ہی تیرے فیض سے ہے رشکِ گلستاں

میں کچھ بھی نہیں دوستو ہیں سب مے اشعار
فیض شد عبد الغنی فیض شد ابرار

میں داستان درد جگر کس کو سناؤں
اختر میں اپنا زخم جگر کس کو دکھاؤں

پا جاتا ہوں جب آشنائے دردِ جگر کو
کرتا ہوں فاشس رابطہ شمسِ دستر کو

لے شمس کے نور سے قمر منور ہوتا ہے بشرطیکہ زمین درمیان سے ہٹ جاوے ورنہ جس قدر
زمین مائل ہوتی ہے اسی قدر چاند بے نور ہوتا ہے یہ حیولت اگر کامل طور پر ختم ہوتی ہے
تو چاند چودھویں تاریخ کا بد کامل ہوتا ہے اور اگر یہ حیولت مکی طور پر مائل ہو تو چاند بائبل
بے نور ہو جاتا ہے ہی طرح آفتاب قرب حق اور طلب کے درمیان نفس کی زمین مائل ہے
جو ساکھ اپنے نفس کو بائبل مشاویہ بنا ہے۔ اس کے دل کا چاند اللہ تعالیٰ کے نور سے بائبل
منور ہو جاتا ہے اور جس کا نفس جس قدر مائل رہتا ہے اسی قدر دل بے نور رہتا ہے۔



حفاظت نظر

بے پردہ حسینوں سے ہوا تنگ زمانہ
آنکھوں نے شروع کر دیا اب دل کو ستانا
ممکن نہیں صورت میں نہ ہو کوئی تفسیر
بیکار ہے پھر ان سے ترا دل کا گانا
لیکن اگر آنکھوں کو نہ تو ان سے بچائے
ممکن نہیں پھر دل کا ترے ان سے بچانا
آنکھوں کی حفاظت میں ہے اس دل کا سکون بھی
جو نفس کرے تجھ سے کوئی اور بہانا
دھوکہ ہے تجھے لطف حسینوں سے ملے گا
ابلیس کے کہنے سے کبھی اس پہ نہ جانا
پاگل کی طرح پھرتے ہیں عشاق محبازی
بے چین ہیں دن رات یہ بدنام زمانہ
رہنا ہے اگر چین سے سُن لو یہ مری بات
آنکھوں کو حسینوں کی نظر سے نہ ملانا
اتر کی یہ اک بات نصیحت کی سُنو تم
ان مُردہ حسینوں سے کبھی دل نہ لگانا



انسانیت کا اپنی وہ پرچم حبلہ گئے

ہم جنس پرستی سے جو لذت اڑا گئے
انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
رُسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں
دونوں حیا کے اپنے جنازے اٹھا گئے
ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر
آپس میں شرم کے جو وہ پردے ہٹا گئے
دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں
نفرت کا بیج تا دمِ آخر جما گئے
مجھے تھے جس نظر کو اساس حیاتِ دل
کیوں اس نظر سے آج وہ نظریں بچا گئے
کیا کم ہے دوستو یہی لعنت مجاز کی
پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں پُرا گئے
یہ عشق کی صورت میں تقاضے تھے فسق کے
دونوں کو ایک پل میں جو رُسوا بنا گئے



ایک دن پوچھے گا مالک بنا کیا کیا

زندگی بھر کو فتنہ بریائیاں کھایا کیا
خاک تن میں خاک رنگیں اس طرح لایا کیا

عمر کو مت خاک کر غفلت سے رنگیں خاک پر
ایک دن پوچھے گا مالک ہاں بتا کیا کیا کیا

بس وہی محفوظ رہتا ہے گناہوں سے سدا
اپنی رست کا خدا نے جس پہ بھی سایہ کیا

حسن جب فانی ہوا تو پھر کہاں جائے گا تو
رات دن تو جن بتوں کا آہ گن گایا کیا

روز محشر اُن گن گاروں کی بھی ہوگی نجات
اشکباری سے گناہوں پر جو پکھتایا کیا

ہائے یہ انجام بد ظالم ترا عشق مجاز
عمر بھر آپس میں دل پھر کیسا شرمایا کیا

جس نے بھی اختر کیا اُن پر فدا دونوں جہاں
ہر نفس وہ حاصل دونوں جہاں پایا کیا

(ادوار جون ۹۵ کراچی)



اے چشم اشکبار ترا ہے عجب بیاں

غم کے بغیر معرفت ہوتی نہیں عیاں
جیسے سیاہ پتلی سے روشن ہے یہ جہاں

مشکل تھا درد عشق کا لفظوں میں ہو بیاں
اے آہ تیرا شکریہ تو خود ہے تر جہاں

تو نے ہی راز کہہ دیا اے چشمِ خوںِ فشاں
درد نہ تھا مدتوں سے مراد دردِ دل نہماں

اے چشم اشکبار ترا ہے عجب بیاں
جیسے تجھے نہیں ہے کوئی حاجتِ زباں

تجھ کو ہو مسبارک تری رفت اے آسماں
ہوں مجھ کو مسبارک مری سجدہ کی پتیاں

مدت سے دل نے آہ چھپایا تھا رازِ آہ
اے آہ تو نے فاش کیا راز بے بیاں

انتر اسی دیراں میں ہے نسبت کا خزانہ
جس نے گرا دیں اپنی تمست کی بستیاں



بھاگت کی ہلکی

ہے بُری یہ گلی بڑھتی بے گلی اے سکھی میں چلی میری تو بہ بھلی
تو ہے گو من چلی مت دکھا کھلی سُن سی اے دل جلی بھاگت کی گلی
پھول مڑھکتے پاندنی ڈھل گئی اپنا انجام بھی کہ گئی حسرت کی
بے نشاں بے نشاں ہو گئے ہر نشاں قبریں خاک چھانی مگر کیا ملی
رُس مہری آنکھ تھی زلعت کالی ملی ہاں بلا بھی مگر بس سے کالی ملی
میر دُنیا تے فانی میں ہر سُو ملی بے گلی بے گلی بے گلی
میں تباؤں کہ دُنیا میں کیاشے ملی کوئی مجنوں ملا کوئی لیلی ملی
ہاں مگر اہل دل ایسے خوشِ بخت ہیں جن لئے تیرے مجھے اڑھو ملی



زخمِ اُلفت سے جو قلب کھائل نہاں

زخمِ اُلفت سے جو قلب کھائل نہیں
اہلِ اُلفت کی جانب وہ مائل نہیں
بجرِ اُلفت کا کوئی کسارا کہاں
یہ سمندر ہے وہ جس کا ساحل نہیں
جانے کیا دوستو! لطف آء و فغاں
دردِ اُلفت کا جو قلب حامل نہیں
صحبتِ شیخ سے جو بھی محروم ہے
بن کے رہبر بھی وہ شیخ کامل نہیں
اس کی منبر پہ تقریر بے کیف ہے
دردِ دل ناک میں جس کے شامل نہیں
جس کا دل اہلِ دل پر نہیں ہے فدا
اس کے سینے میں دل ہے مگر دل نہیں
سارے عالم میں اختر کی ہے یہ صدا
وہ کینہ ہے جو اُن کا ساحل نہیں



بتا تو قبر پر کیا ساتھ اجازت کا ارزاں

مری ہر سانس ہے اے دوستو! وقفِ غمِ جانان
ہماری زلیست کا ہے بس یہی سب سے بڑا سامان

غمِ دُنیا ئے فانی میں جنہیں بے حد بڑی پایا
ہمیشہ ڈی پریشن کی دوا کھاتے ہیں یہ شاداں

کوئی پاتا نہیں منزلِ بدون رہبرِ منزل
اگرچہ راہرو کر دے تلفِ کوشش میں اپنی جاں

گدائے حُسنِ فانی ترک کر اپنی حماقت کو
فدا ہو کر خدا پر دیکھ چھپر تو کیسی اپنی شاداں

مہتیں اے اہلِ دُنیا ہم نے بہنتے بھی کبھی دیکھا
ہزاروں غم بھی پنہاں ہیں مگر زیرِ لب خنداں

خُدا سے ہو کے غافل تو ہے دُنیا پر جو گرویدہ
بتا تو قبر میں کیا ساتھ لے جائے گا اے ناداں



ہمیشہ حُسنِ فانی پر جنہیں مرتے ہوئے دیکھا
انہیں صحرائے غم میں ہم نے پایا آہ سرگرداں

مجھے تو ہر نفس میں اُن کی خوشبو ان سے ملتی ہے
اگرچہ اہل دل رکھتے ہیں اپنے درد کو پنہاں

ہمارا بوریہ رشکِ شہانِ ہفت عالم ہے
ہماری روح ان کے نام پر جب سے ہوئی قرباں

کبھی بھی مرشدِ صادق پہ جو مڑتا ہے اے اختر
یقیناً شوق سے پاتا ہے اک دن منزلِ جاناں



زوالِ حُسنِ مجنَّباز

اس طرح تشکیلیں بدل جاتی ہیں میر
اور اگر پہچان میں آتی بھی ہیں
پھر نہیں پہچان میں آتی ہیں میر
پھر ذرا دل کو نہیں بھاتی ہیں میر

(۱۹، رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو لکھی)



جس نے سر بخشا ہے اُس سے کشتی زیبائیں

اپنے خالق پر خدا ہو اور غیبِ اللہ کو چھوڑ
 دامنِ مُرشدِ کپڑ اور نفس کے رشتے کو توڑ
 خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
 عارضی دلبر کی حنا طر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

جانے کب آجاتے رب سے تجھ کو پینچم اہل
 راہِ گم کردہ نفس کو اُس کی گمراہی سے موڑ
 تو نے جو رب سے کیا تھا عہد و پیمان ازل
 نفسِ دشمن کی وجہ سے اس کو اے ظالم نہ توڑ

میں نے مانا ہے بہارِ عارضی تجھ کو لذیذ
 دائمی راحت کی حنا طر عارضی راحت کو چھوڑ

جس نے سر بخشا ہے اُس سے کشتی زیبائیں
 اُس درجہ جاناں پہ سر رکھ اور درِ بیت خانہ چھوڑ
 ہمتِ مردانہ اے ظالم تو کراہ اختیار
 راہِ سر بازی میں اپنی خوئے رُو باہی کو چھوڑ

دین جس کا ہے اُسی پر آسرا اختیار کرو
 کام جس کا ہے اُسی پر اپنی سب کدوں کو چھوڑ



رہ عشق میں عقل کانٹا ہے کانٹا

جو گذری تری یاد میں زندگی ہے وہی زندگی بس مری زندگی ہے
 جو غفلت میں گزرے وہ کیا زندگی ہے وہ چہینا نہیں بلکہ شرمندگی ہے
 فنا یاد میں تیری جو زندگی ہے اسی کے معتمد میں پائندگی ہے
 جو ہر سانس سنت کے تابع نہیں ہے خدا کی نہیں نفس کی بندگی ہے
 جو ہے کسبِ دنیا میں غافل خدا سے دنی زندگی ہے بُری زندگی ہے
 جو فرزاگی لائے اک دن تباہی وہ کس کام کی ہائے سوزناگی ہے
 رہ عشق میں عقل کانٹا ہے کانٹا جو ہے کام کی بس تو دیوانگی ہے
 ہو مطلوب جس عقل کی صرف دنیا سمجھ لو کہ اس عقل میں تیرگی ہے
 بنائیں وہ کیسے ترے دل کو مسکن ترے دل میں جب شکر کی گندگی ہے

نہ ہو جاتے جب تک کہ اتھر نہیں کا
 یہ کس کام کی اس کی وارفتگی ہے



میرا کوئی نہیں آتے سوا

میرا کوئی نہیں آہ تیرے سوا

اے خدا اے خدا اے خدا

زندگی میری ہے تیرا ذکر و عبادت

اور میری موت ہے تجھ سے تُوں میں جُدا

تیرے بن کیوں اندھیرا اندھیرا ہوا

میری دُنیا کا شمس و ستار کیا ہوا

بِحِطْوَفِ اِنْ غَمِّ هُوَ مَخَالَفٌ هُوَا

میری کشتی کا ہے تو ہی بس ناخدا

تیری رحمت کا نور شید روشن ہوا

ہر سزا سے بری ہو گیا نام سزا

تیرے دریائے رحمت کا ہے آسرا

ورنہ اختر ہے اعمال سے بے نوا



دنِ تباہِ فرماں روا عالم

تباہ ہو کے جو دل تیرا محرمِ غم ہے
 اُسے پھر اپنی تباہی کے غم کا کیا غم ہے
 ہزار خونِ تمتا ہزار ہا غم سے
 دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے
 مجھے اس عالمِ صد رنگِ بوسے کیا مطلب
 مری حیات تو بس آپ ہی کا اک غم ہے
 خرد کے سامنے گر چہ ہیں صد ہزار عالم
 نگاہِ عشق میں تیرا ہی ایک عالم ہے
 جو آپ بخوش ہیں تو ہر صوبہ سار کا عالم
 وگرنہ سارا یہ عالم ہی عالمِ غم ہے
 جو بخوش ہیں آپ تو عالم ہمارا عالم ہے
 نہیں تو اپنا بھی عالم تباہ و برہم ہے
 یہ پوچھتا ہے مرے دل میں اب ترا جلوہ
 کہاں ہے اور کدھر آرزو کا عالم ہے
 نظامِ ہوش کا اختر ہے اب خدا حافظ
 ہماری روح کہیں ماورا ئے عالم ہے



مندر سچائی کو حاجتِ بیان

گو مرا وعدہ بیان نہیں
مجھ سے ملنا بھی کیا بیان نہیں
قلب تو ہے اگر زبان نہیں
آہ تو ہے اگر فغان نہیں
زخم تو ہے اگر نشان نہیں
عشق کو حاجتِ بیان نہیں
چشمِ تری جو کہ خونفشان نہیں
دردِ حبراں کی رازدان نہیں
میرے غم کی جو ترجمان نہیں
وہ زباں عشق کی زبان نہیں



نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طور سے

غرض اتنی ہے بس پیر منماں کے جام وینا سے
کہ ہم مالک کو اپنے دیکھ لیتے قلبِ مینا سے

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلی اپنی دکھلاتے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طور سے مینا سے

جو ناداں ہیں وہ اہل اللہ کی عظمت کو کیا جانیں
کوئی دیکھے مہمت اہل دل کو چشمِ مینا سے

ہست روئیں گے کر کے یاد اہل سے کہ مجھ کو
شرابِ درد دل پنی کر ہمارے جام وینا سے

خدا کے ذکر سے وہ کیفیت ہے ہر قلبِ عارف میں
کہ یہ بچتے نہیں دُنیا کے فانی جام وینا سے

یہ مانا کہ شہکت آرزو ہے تلخ تر خستہ
مگر اے دل خدا ملتا ہے بس خونِ تناسے

